روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

October 1965

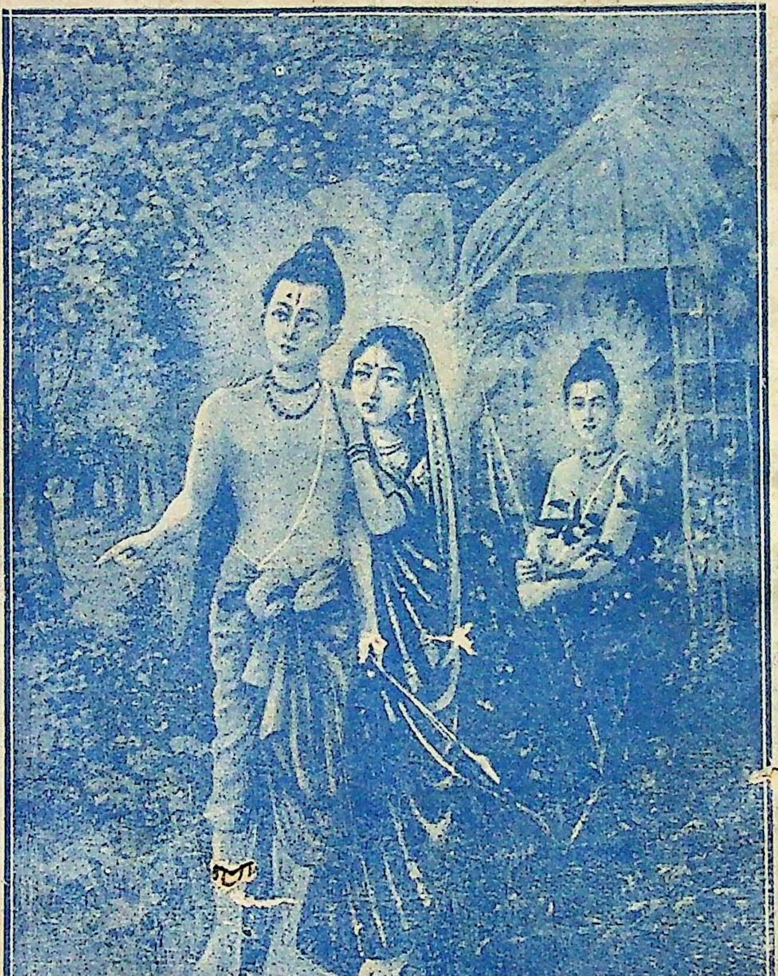

RAM NUMBER

Price 60 P.

پرنٹر پبلشر

ditor : G. N. NANDA

کم پیداوار دینے والی دھرتی پر کام کرتا ہوا تھکا ہارا نڈھال انسان ___
ہاں، یہی بھارتی کسان کی تصویر ہے۔ سوکھے اور بارش کی تُندی تُرشی میں اُس کے ہاتھ دُعا کے
لئے اُٹھے ہی رہتے ہیں۔

پلان کا اہم جُزو ہے، زراعت کے ڈھانچے میں تبدیلی لانا۔
کیمیائی کھادوں سے دھرتی زرخیز بنتی ہے، جبکہ تحقیق کی بدولت
بیجائی کے لئے بہتر بیج دستیاب ہوتے ہیں۔ آبپاشی کے پروجیکٹوں
کے ذریعہ برسات کی تُندی تُرشی اور جھاگ اُگلتے طوفانی دریاؤں
پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اب زیادہ اراضی میں سینچائی یقینی ہو گئی ہے۔

زراعت ___ ہماری معیشت کی بُنیاد

رسالہ اوم جاری شدہ ۱۹۳۴ء

اوم
دہلی

اندرون اجمیری گیٹ دہلی

فہرست مضامین

اکتوبر ۱۹۶۵ء

چندہ سالانہ آٹھ روپے -/8/-
وی۔ پی۔ منگوانے پر
60 پیسہ زائد
ممالک غیر سے 14 روپے
قیمت فی پرچہ ساٹھ 60 پیسے
ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
۱	بن گوالے دل اودھ ڈولائے چلے	کوی لوکناتھ دتی	۱
۲	شنکا سمادھان	ایڈیٹر	۳
۳	امر کیفتا	شری بھاگ مل جی سعائینی	۹
۴	سرشٹی کی بھارت	پروفیسر نرمل چندر جی	۱۲
۵	شریمد بھگوت گیتا دوسرا ادھیائے	منشی جوندلال جی	۱۴
۶	پرارتھنا	شری منوہر لال جی	۱۶
۷	نوجوانوں میں اخلاقی گراوٹ	پنڈت خوشدل	۱۷
۸	راماین سے سبق	ایڈیٹر	۱۸
۹	وہی آدمی ہے (نظم)	شری گوپالداس مسرور	۱۸
۱۰	مہاتما گاندھی کے وچار	ماخوذ	۱۹
۱۱	محبت کا سبق	شری جگن ناتھ کھنہ بی اے۔ بی۔ ٹی	۲۰
۱۲	چور کون	شری لابھ چند چوپڑہ	۲۱
۱۳	خدمت خلق	شری نوبت رائے شوخ	۲۲
۱۴	قلبی سکون	ایمرسن ۲ بوڑھوں کی رائے	۲۳
۱۵	راہ نجات	پنڈت وید پرکاش شرما	۲۴
۱۶	دولت کا بہترین استعمال	رائصاحب لالہ ہرگوبند جی	۲۷
۱۷	کیا کھویا کیا پایا	شری ہری چندر جی خوشدل	۲۸
۱۸	آزادئ ہند	شری روشن پٹیالوی	۳۰
۱۹	چار آریہ ستیہ	پروفیسر نرمل چند جی	۳۱
۲۰	سیتا جی کا پتی برت دھرم	ٹھاکر لال سنگھ جی	۳۳
۲۱	رام بن باس	ستیہ پرکاش مہتاب	۳۴
۲۲	ہند کی آزادی کی پہلی تحریک	شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے	۳۷
۲۳	ہندی نوجوان سے خطاب	کوی لوکناتھ دتی	۴۱
۲۴	ایک ہندی نوجوان کا عزم (نظم)	شری حسرت اساپوری	۴۲
۲۵	تعریفی چٹھیاں	اوم پریمی	۴۳
۲۶	ظالم سنگھ	شری اننگھ امرتسری	۴۴
۲۷	وصیت کا اشارہ	جگدیش بہادر دوما کیف	۴۵
۲۸			۴۶
۲۹			

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر و پروپرائٹر نے شوق لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

رامائن کا ایک دردناک دِرشیہ

بن کو اے دل اودھ کے دُلارے چلے

کوی لوکناتھ دِل

(۱)

ناگرک سب نگر کے کھڑے رو رہے ؛ اشرو دانے ہیں دھرتی پہ سب بو رہے
راج ماتائیں رو رو کے موَن ہو گئیں ؛ راج منتری ہیں سارے ادھیر ہو رہے
نینوں سے پھوٹ کر اشرو دھارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۲)

راج کو راجیا ٹھوکر لگا کر چلے ؛ پتا آگیا کو سر پہ جھکا کر چلے
جُوڑا الکوں کا باندھا بڑے پیار سے ؛ ویش بنباسیوں کا بنا کر چلے
بوڑھوں بچوں کے سُندر سہارے چلے!
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۳)

سسکیاں بھر رہی ہیں ہوائیں ادھر ؛ اشرو برسا رہی ہیں گھٹائیں ادھر
پیلا ہونے لگا ہے گلابوں کا رنگ ؛ سوکھتی جا رہی ہیں لتائیں ادھر
نظریں ویاکُل ہوئیں کر نظارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۴)

کوئلیں گیت اپنے سنائیں کیسے ؛ مور اپنا نرت اب دکھائیں کیسے
ڈالیاں آج مستی میں جھومیں تو کیوں ؛ پھول ہنس ہنس کے اب دِل ہنسائیں کیسے
نین سونے ہیں نینوں کے تارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۵)

تو بھی جی بھر کے اشرو بہالے اے دِل ؛ آپ رو کر جہاں کو رُلالے اے دِل
پھر نہ پائے گا چودہ ورش یہ چرن ؛ پھول شردھا کے اب تو چڑھا لے اے دِل
جیا کا دُکھ بھا گیہ پرلوں کے پیارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

شنکا سمادھان (دان یعنی خیرات)

ایڈیٹر

پرشن۔ میرے ایک معزز عمر رسیدہ رشتہ دار عرصہ سے بیمار ہیں۔ ایک روز میں اُنکی مزاج پرسی کو گیا اور میں نے اُن کو کہا کہ کچھ دان پُن کریں تو انہوں نے غصہ میں آکر کہا کہ یہ تو پرماتما کو رشوت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اپنے رسالہ میں اس کا جواب دیں کہ ہندو شاستر اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟

منوہر لال پوری نئی دہلی

اُتر:۔ آپ کے ارشاد مطابق پہلے اپنے دھرم شاستروں میں سے چند شلوک درج کئے جاتے ہیں۔ بعد میں پرماتما کو رشوت دینے کا جواب دیا جائے گا۔

अर्थी पाद रजोपमा, गिरि नदी वेगोपमं यौवन-
मायुष्यं जल लोल विन्दु चपलं, फेनोपमं जीवितम्।
धर्मं यो न करोति निन्दित मतिः स्वर्गाऽर्गलोद्घाटनं
पश्चात्ताप युतो जरा परि गतः शोकाग्निना दह्यते॥

ارتھ۔ دھن تو پاؤں کی دھُولی کے سمان ہے۔ جوانی پہاڑی ندی کے پرواہ کے سمان (چنچل) ہے۔ آیُو (عمر) جل کے بُلبُلے کے سمان ہے جیون جھین (جھاگ) کے تلیہ (برابر) ہے۔ اس لئے جو مُورکھ دھرم کا سیون نہیں کرتا۔ (جو کہ سورگ کا دروازہ کھولنے والا ہے) وہ بردھ اوستھا میں (جبکہ شریر کمزور اور بیماری کا گھر بن جاتا ہے) پشچاتاپ رُوپی اگنی میں جلتا رہتا ہے۔

उपार्जितानां वित्तानां त्याग एव हि रक्षणम्।
तडागो दर संस्थानां परीवाह इवाम्भसाम्॥

ارتھ۔ اکھٹا کئے ہوئے دھن کو ست پاتر میں دینا ہی اس کی رکھشا ہے۔ جیسے تالاب کے بھیتر (اندر) کا جل نکال دینے ہی سے اُس کے جل کی شُدھی ہوتی ہے۔

यद धोधः क्षितौ वित्तं निचखान मितम्पचः।
तदद्योनिलयं गन्तुं चक्रे पन्थानमग्रतः॥

ارتھ۔ جس کرپن (کنجوس) نے دھن کو پرتھوی کے اندر گاڑ دیا ہے اُس نے پہلے سے ہی مانو اپنے لئے نیچے (نرک میں) جانے کیلئے مارگ (راستہ) بنا لیا ہے۔

निज सौख्यं निरुन्धानो यो धनार्जन मिच्छति।
परार्थ भार वाहीव क्लेशस्यैव हि भाजनम्॥

ارتھ - جو پرانی اپنے کو کشٹ میں ڈالکر دھن اکٹھا کرتا ہے وہ دوسرے کا بوجھ ڈھونے والے قلی کی طرح کیول (محض) دکھ ہی پاتا ہے۔ سکھ نہیں!

दानोपभोग हीनेन धनेन धनिनो यदि ।
भवामः किं न तेनैव धनेन धनिनो वयम् ॥

جس دھن کا استعمال نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو دان دیا گیا۔ اس دھن سے یدی (اگر) منش اپنے کو دھنی سمجھتا ہے۔ تو پرتھوی کے اندر رکھے ہوئے (یا بنک کے لاکروں میں پڑے ہوئے) دھن سے اگر کوئی اپنے آپکو دھنی سمجھتا ہے تو کیا وہ لوگ دھنی نہیں ہیں۔ جن کے پاس روپیہ نہیں ہے۔

धनेन किं यो न ददाति चाश्नुते
बलेन किं यो न रिपून्न बाधते ।
श्रुतेन किं यो न च धर्ममाचरेत्
किमात्मना यो न जितेन्द्रियो भवेत् ॥

اس دھن سے کیا لابھ ہے۔ جس دھن سے دان نہ دیا جائے۔ اس بل (طاقت) سے کیا لابھ جو شتروں (دشمنوں) کو سزا نہ دے سکے۔ شاستر کو سننے سے کیا لابھ اگر اس کے انوسار (مطابق) دھرم آچرن نہ کیا۔ اور اس کے منش شریر دھارن کرنے سے کیا لابھ جو جتیندرہ نہ ہو۔

असम्भोगेन सामान्यं कृपणस्य धनं परैः ।
'अस्येद' मिति सम्बन्धो हानौ दुःखेन गम्यते ॥

کرپن (کنجوس) کا دھن اس کے کام میں نہ آنے سے دوسرے کے دھن کے برابر ہے "پرنتو وہ دھن اس کرپن کا ہے" یہ بات اتنے سے ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس دھن کے نشٹ ہونے پر دکھی ہو کر روتا ہے۔

न देवाय न विप्राय न बन्धुभ्यो न चात्मने ।
कृपणस्य धनं याति वह्नितस्कर पार्थिवैः ॥

کنجوس کا دھن نہ دیوتا کے کام (یگیہ آدی وغیرہ) میں آتا ہے۔ نہ برہمنوں کے کام میں آتا ہے (پتری آدی یگیہ) اور دو دوانوں دوارہ یا کھشا لاؤں کیلئے) اور نہ بندھوؤں (غریب رشتہ داروں) کے۔ اور نہ ہی اپنے ہی کام آتا ہے۔ (یعنی دان یگیہ کر کے سورگ کی پراپتی) کنتو (لیکن) وہ دھن یا تو اگنی میں جل جاتا ہے یا اسے چور چرا لیتے ہیں۔ یا اسے راجہ (گورنمنٹ) لے لیتی ہے۔

यद्ददाति यदश्नाति तदेव धनिनो धनम् ।
अन्ये मृतस्य क्रीडन्ति दारैरपि धनैरपि ॥

دھنی جو اپنے دھن کو دیتا اور اپ بھوگ (اپنے لئے استعمال) کرتا ہے۔ وہی اس کا (اپنا) دھن ہے۔ مرنے پر تو اس کے دھن وغیرہ سے

دوسرے ہی لوگ آنند کریں گے۔ (عیش منائینگے) وہ تو زندگی میں اُس دھن کا رکھوالا ہی ہوتا ہے۔
جیسے ہانس کو آکاش میں پکھشی کھاتے ہیں۔ پرتھوی میں شیر، چیتے وغیرہ کھاتے ہیں۔ جل میں مگرمچھ مچھلیاں کھاتی ہیں۔
اُسی پرکار دھنی کے دھن کی بھی دُردشا ہوتی ہے۔
جیسے پرانیوں کو یم (ملک الموت) سے ڈر لگتا رہتا ہے۔ ویسے ہی دھنی منشوں کو۔ راجہ (گورنمنٹ) سے اگنی سے اور چوروں سے۔ نیز رشتہ داروں سے سدا ڈر لگتا رہتا ہے۔

यो नात्मजे न च गुरौ न च भृत्य वर्गे - दीने दयां न कुरुते न च बन्धु वर्गे। किं तस्य जीवेन मनुष्यलोके, काको ऽपि जीवति चिराय बलं च भुंक्ते॥

جو شخص کسی رشتہ دار، کسی سمبندی۔ اور گورو براہمنوں اور دین دکھیوں پر دیا نہیں کرتا یعنی اُن کی امداد نہیں کرتا۔ اس کا منش شریر دھارن کرنا ویرتھ (فضول) ہی ہے۔ اپنا پیٹ تو کوّے اور پشو وغیرہ بھی بھر کر زندگی گذار لیتے ہیں پھر اُس میں اور پشوؤں میں کیا وشیشتا ہے۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

دینے کو انّ دان ہے۔ لینے کو ہری نام ــــ ترنے کو ہے دینتا۔ ڈوبن کو ابھیمان

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

کیجے نیک نامی جو دیوے خدائے ــ جو دیسے زمیں پر سو ہوسی فنائے
نہ دائم و دولت کسے بے شمار ــ نہ رہیں گے کروڑی نہ رہینگے ہزار
دمڑا اُنتی کا جو خرچے اور کھائے ــ دیوے دلاوے رِجیا دے خدائے
تحقیق دل دانی ــ وہی بہشت جائے۔
کیجے تواضع نہ کیجے گمان ــ نہ رہسی ایہہ دُنیا نہ رہسی دیوان
ہاتھی و گھوڑے و لشکر ہزار ــ ہوئینگے غرق کچھ لاگے نہ بار
دُنیا کا دیوانہ کہے مُلک میرا ــ آئی موت سر پر نہ تیرا نہ میرا
کئی گئے دیکھ دا بجے بجائے ــ وہی ایک رہسی جو ساجیا خدائے
آیا اکیلا اکیلا چلایا ــ چلتے وقت کوئی کام نہ آیا
لیکھا منگیے کیا دیجے جواب ــ تو پکارے تو پاوے عذاب
دُنیا پہ کر زور دمڑا کمایا ــ کھایا ہنڈایا اُجاہیں[۲] گنوایا
آخر پچھوتاماں کرے ہائے ہائے ــ دوزخ[۳] گیا لے توں پاویں سزائے
لعنت ہے تیں کو وتینڈی کمائی ــ دغابازی کرکے دُنیا لوٹ کھائی
پیتے پیالے اور کھائے کباب ــ دیکھو رے لوکو جو ہوتے خراب
جس کا تو بندہ تیسی کو وِساریا ــ دُنیا کے لالچ نے صاحب وِساریا
نہ کیتی عبادت نہ رکھیو ایمان ــ نہ کیتی حکومت پکارے جہان
اندر محل کے توں بیٹھا رہیں جائے ــ حرماں سے کھیلیں خوشبوئیں لگائے

۱ روپیہ پیسہ
۲ فضول
۳ یم لوک
(تمہاری)

نہ سوجھے نہ بوجھے باہر گیا ہوئے
بستی اُجاڑیں پھر نہ وساویں
شرمندہ نہ ہو کچھ نیکی کمائیے
غفلت کروگے تو کھاؤگے مار
توبہ کرو بہت کیجے نہ زور
چیتے کبوتر جناور کی چھاؤں
چالی گنج۵ جوڑے نہ رکھیو ایمان
ندانی۶ یہ دُنیا و فانی مقام
ہر وقت بندے نہ خدمت وسار
توبہ نہ کیتی آ کر دے گناہ

حرامی غریباں کو مارے بگوئے
کوکیں پکاریں تو داد نہ پاویں
رخصت کا جامہ تو پہرے نہ جائے
بیٹا و بیٹی کوئی لے گا نہ سار
دوزخ کی آتش جلاوگی گور
کئی خاک ہوتے کوئی پوچھے نہ ناؤں
دیکھو رہے لوکو قاروں۷ ہوتا پریشان
تو خود یہ چشم بینی سے چلتا جہان
مستی اور غفلت میں بازی نہ ہار
نانک ایسے عالم سے تیری پناہ

(بشکریہ شری اوم پرکاش کنٹیپ لدھیانہ)

۵ خزانے
۶ مورکھ
۷ قاروں بادشاہ جس نے تمام دُنیا کی دولت لوٹ کر اپنی خزانے بھرے تھے۔

اس دھن دولت کے موہ نے منش کی بُدھی ملین کر دی ہے۔ اور انسان اپنے پروردگار کو بھول چکا ہے جس پربھو کی اپار کرپا سے پران (سوانس) اندر اور باہر آ جا رہے ہیں۔ اور شریر زندہ رہتا ہے۔ جس پربھو نے سب سے ضروری اور قیمتی ہوا کو بنایا اور بغیر کسی قیمت کے سب جیو جنتوؤں کو مفت میں دے دیا۔ اور جس کو پراپت کرنے کے لئے کسی کو کوئی یتن (محنت) بھی نہیں کرنی پڑتی اور جس کے بغیر انسان ایک سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

پانی جیسی امرت وستو بھی اس پربھو کی کیسی دین ہے۔ جس کے بغیر بھی انسان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اگنی اور سُورج۔ چندرماں کے بغیر بھی کسی کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ ایسے پربھو سے بے مُکھ ہو جانا کتنی احسان فراموشی ہے۔ 84 لاکھ قسموں کے پشو پکشی اور دیگر جاندار بنائے اور منش کو ان سب سے افضل رتبہ دیا۔ دو آنکھیں۔ دو کان۔ ناک۔ مُنہ۔ وغیرہ کس خوبصورتی سے جسم کے اوپر کے حصہ میں جوڑ دیئے۔ اگر انسان کا صرف ناک ہی کٹ جاوے تو چہرہ کس قدر خراب اور ڈراؤنا نظر آوے۔ کان کا پردہ پھٹ جاوے تو اس کو کوئی دوبارہ درست نہیں کر سکتا۔ چمڑے کی آنکھیں بنا کر اُسمیں روشنی بھر دی۔ اور سورج دیوتا کو اُس میں بٹھا دیا۔ کیسا کمال اور کیسی کاریگری ہے۔ منش کی کھوپڑی میں دماغ رکھ دیا۔ اگر وہ دماغ خراب ہو جاوے۔ تو سارا جسم ہی بیکار ہو جاوے۔ پاگلوں کی دشا کو دیکھو۔ بڑے بڑے امیر صحت مند بر سر اقتدار راجے مہاراجے۔ جب پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو بھی لوہے کی زنجیروں میں باندھنا پڑتا ہے۔ دماغ (بُدھی) کو جس پرماتما نے منش کو بخشا ہے اس کا عوضانہ (قیمت) کون دے سکتا ہے۔ پرماتما تو سب سے بڑا دانی ہے۔ وہ خود کسی سے کچھ لیتا نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ دیتا ہی دیتا ہے۔ اس کو رشوت دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

روزی رساں ہے تو

امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی قمر

مددگار دو عالم دستگیر بےکساں ہے تو
کوئی حد ہے ترے فضل و کرم کی دین دنیا میں
ہوا ہیں آپ میں۔ اور مختصر یہ ہے کہ پتھر میں
پلٹ آئی میری فریاد آخر نارسا ہو کر
میری آمد سے پہلے ہی میرے پستانِ مادر میں
ادھر چیونٹی کو اک دانہ۔ ادھر سیمرغ کو ہاتھی
ہر اک دانہ پہ لکھا ہے مقدر کھانے والوں کا
ہزاروں بند کھلتے ہیں، جب اک در بند ہوتا ہے
تونگر ہو کہ مفلس ہو۔ گداگر ہو کہ سلطاں ہو

ازل سے تا ابد جانِ جہاں روزی رساں ہے تو
جو ماں کے پیٹ میں دیتا ہے وہ روزی رساں ہی تو
ہر اک جاندار کا ہر حال میں روزی رساں ہے تو
اُسے جب ہو گیا معلوم یہ روزی رساں ہے تو
بہائے دودھ کے دریا عجب روزی رساں ہے تو
ہر اک کا حسب پیمانہ۔ فقط روزی رساں ہے تو
خداوند دو عالم۔ بےبدل روزی رساں ہے تو
غم روزی کہاں مجھکو کہ جب روزی رساں ہے تو
ترے در کے سبھی طالب ہیں کیوں؟ روزی رساں ہی تو

قمر بھی ہے تیرے در کا بھکاری یا سخی داتا
بحالِ کس میسّر سی ایک روزی رساں ہے تو

پرماتما۔ اس جیو کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ لیکن اہنکار کو کبھی نہیں بخشتا۔ گویا اہنکاری منش اُسکے قہر سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ منش سمجھتا ہے۔ کہ یہ دھن میرا ہے۔ میں نے اس کو کمایا اور جمع کیا ہے۔ لیکن یہ ذرا بھی نہیں سوچتا۔ کہ اگر اس کو کُتے بلی۔ بیل وغیرہ کی یونی میں پیدا کر دیا جاتا۔ تو اس کے پاس کہاں سے دھن آتا۔ پرماتما کی سب سے بڑی دین تو یہ منش شریر ہے پھر منش شریر بھی کسی کوڑھی۔ اپاہج۔ اور اتی غریب کے گھر پیدا ہوتا۔ نیز لاغر بیمار اور نکما ملتا اور یہ در در کے دھکے کھاتا۔ تب اس کو معلوم ہوتا کہ ایشور کے احسانات کیا ہیں۔ امیر گھرانے میں پیدا ہونا۔ تعلیم کو حاصل کر کے جج بیرسٹر۔ انجنیئر۔ کنٹریکٹر یا منسٹر بن کر روپیہ کمانا۔ کیا ایشور کی کرپا اور انوگرہ کا پھل نہیں۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں نے اپنی عقل سے روپیہ کمایا۔ لیکن یہ نہیں سوچتا کہ یہ عقل اور دیگر موافق حالات پیدا کرنے والی تو کوئی اور ہی شکتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اُس سرو شکتیمان اور دیالو پربھو کے احسان مند ہوتے اور کہتے کہ ہے پربھو! یہ سب کچھ تیرا ہے۔ (میرا مجھ میں کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے سب تور) اور یہ تمہاری دستو تمہارے ہی ارپن ہے۔ الٹا ہم اہنکار میں آ کر یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہم پربھو کو رشوت کیوں دیں۔

جسکی دست لتس آگے راکھے ۔ پربھو کی آگیا مانتے ماتھے
اُس سے چوگُن کرے نہال ۔ نانک صاحب سدا دیال

جو شخص پرماتما کی بخشی ہوئی ذات کو اپنی پیدا کردہ جائیداد تصوّر کر لیتا ہے۔ اس کی دشا اس بنک کے خزانچی کی طرح ہے۔ جو بنک کے خزانہ کا خود مالک بننے کی حفاظت کرتا ہے۔ بیگانی چیز جو کہ امانت کے روپ میں دیگئی تھی۔ اُسکو محض اپنے استعمال کیلئے ہی ریزرو کر لینا سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ دھن دولت ایشور کی دین ہے۔ اس پر قبضہ کر لینا سب سے بڑی چوری ہے۔ پرماتما سے ڈرو۔ وہ جہاں نیائے کاری اور دیالو ہے۔ وہاں وہ جیو کے کرموں کے مطابق سزا دینے کے لئے یم (ملک الموت) بھی بن جاتا ہے۔ انسان کو احسان فراموش (اکرتگھن) تو کبھی بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ سزا پاتا ہے۔

جن لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تو اپنا تن من دھن۔ ایشور ارپن کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ سب جیو جنتوؤں۔ اور منش ماتر میں اس پربھو کے ہی درشن کرتے ہوئے اُنکے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ مہاراجہ ہرشچندر نے سوپن میں ہی اپنا راج پاٹ دان دیکر خود ایک چنڈال کے ہاں نوکر بنے۔ راجہ بلی نے راج پاٹ کے علاوہ اپنا شریر تک دان کر دیا۔ مہاراجہ شیوی نے ایک کبوتر کی خاطر اپنے شریر کے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیئے۔ مہرشی دَدھیچی نے اپنے شریر کی ریڑھ کی ہڈی دیوتاؤں کو نکال کر دیدی تاکہ وہ اسُروں پر جے پراپت کریں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب دیکھا کہ اب شریر کا انت ہونے والا ہے تو ودوان براہمنوں کو بلا کر سناتن دھرم کی ودھی کے مطابق اپنے خزانہ کا بیشتر حصہ دان کر دیا۔ انہوں نے دیو مندروں کو بنوایا۔ (اُن دنوں مندر اور گوردواروں میں کوئی علیحدگی نہیں تھی۔ یہ دویت بھاو آجکل کے سیاسی اور خود غرض لیڈروں کی کشش نیتی کا کارن ہے۔ ورنہ ہندو اور سکھ ایک ہی ویدک دھرم کے انویائی تھے) مہاراجہ رنجیت سنگھ ودوان براہمنوں کی قدر کرتے تھے۔ اُن کے پردھان منتری دکھن کے ایک مشہور دری برہمن تھے اور دوسرے بہت سے اعلیٰ منصب دار بھی ہندو اور مسلمان تھے۔ تہواروں اور گورپربوں کے موقعہ پر وہ خزانہ کے دروازے ہی کھول دیا کرتے تھے۔ اور بیکسوں اور غریبوں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

کاش کہ آج بھی ہمارے رہنما مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرح دھارمک اور نیائی ہوں۔ تاکہ جنتا جنادھن کی سیوا ہو سکے۔ لوگوں کے دکھ دور ہوں۔ اور غریبوں کی شنوائی ہو۔ اس کانگریس راج میں لوگوں کے اندر دھرم بھاونائیں ختم ہو چکی ہیں۔ لوگ ناستک ہو گئے ہیں اور اُن کا اخلاق دن بدن پست ہو رہا ہے۔ سکولوں کے بچے آوارہ گرد، سکول ماسٹروں کی عزت اُتارنے والے اور ماں باپ کے نافرمان بنتے جا رہے ہیں۔ اور یہ سب دھرم اور کرم کو تلانجلی دینے کا ہی کھیل ہے۔ کہ چاروں طرف سے ہمارا دیش دشمنوں کی لپیٹ میں آ چکا ہے اور ہمارے دیش کے بیشتر لوگ دیش اور جاتی کے ورودھی اور دشمنوں کے ایجنٹ بن گئے ہیں۔ گؤ۔ بیل۔ گھوڑا اور دیگر بے زبان جانوروں پر جاہل لوگ بے حد اتیا چار کر رہے ہیں۔ کیا ان بے زبان جانوروں کی داد فریاد قدرت کے کانوں تک نہیں پہنچتی ہوگی؟ آخر ان پاپ کرموں کا پھل ہمیں بھگتنا ہی پڑیگا۔ چھوٹی چھوٹی انجان بچیوں کو ناچنا اور گانا سکھایا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ ایکٹریس بنیں! اور اس طرح دھارمک سنسکاروں کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے سینما۔ اور ریڈیو پر مخش گانے نیز مخش لٹریچر کے پرچار کو بند کرنے کے لئے ہماری گورنمنٹ کچھ بھی نہیں کر رہی۔ اور اس کا ہی نتیجہ ہے کہ تمام دیش کے لوگوں میں دان پنیہ اور دھارمک وچار ختم ہو گئے ہیں۔ بھرت جی نے فرمایا تھا کہ۔ راجہ اُسی کو بنانا چاہیئے جو کہ دھارمک ہو۔ ورنہ دیش ادھوگتی (رساتل) کو پہنچ جائے گا۔

دورِ حاضرہ

از شری کسی ستگورو پرشاد جی

دنیا بدل رہی ہے یا ہم بدل رہے ہیں
گرتے ہی جا رہے ہیں جتنا سنبھل رہے ہیں
مجبوریاں کچھ ایسی حائل ہیں درمیاں میں
کچھ ہاتھ میں نہیں ہے ہاتھوں کو مل رہے ہیں
اپنی برائیوں پر افسوس ہم ہیں نازاں
اوروں کے پالیسی ہم بیدا اچھل رہے ہیں
کلجگ جسے تھے کہتے وہ آ یہ جنگل کا جاگ
کرنے سے توم کے بھی اب ہاتھ جل رہے ہیں
ہے بات ہی کچھ ایسی منہ سے نہیں نکلتی
گو یہ چھپا رہے ہیں یہ اوقات ٹل رہے ہیں
ہے منقلب زمانہ ماحول ایسا بگڑا
سوزِ حسد سے ہر دم زندہ ہی جل رہے ہیں
اگلی سی وہ محبت شفقت نہیں رہی کچھ
بھائی سے آج بھائی تیور بدل رہے ہیں
حق بات اتو ستگورو کہنا ہی پڑ رہی ہے
اونچے پہ چڑھ رہے تھے نیچے پھسل رہے ہیں

امر کتھا

از قلم
شری بھاگ مل جی سائینی

متلاشیٔ حق - اے ستیہ پُرش! میں دُکھ کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں۔ دکھ کے آنسو میری آنکھوں سے لگاتار ٹپک رہے ہیں روزانہ زندگی کے خرخشوں سے بُری طرح زخمی ہو رہا ہوں گھریلو حالات نے پریشان کر رکھا ہے اپنے ہاتھ سے بُنے ہوئے جال میں ہاتھ پاؤں پھنس گئے ہیں بہت بُری چوٹیں لگ رہی ہیں۔ گھاؤ اتنے گہرے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا ایک طرف افلاس، ناامیدی اور مایوسی کی وجہ سے میرے گھر کے در و دیوار پر حسرت چھا رہی ہے دوسری طرف دُکھ لگاتار ستا رہے ہیں۔ تیسری طرف بیوی کی ناچاقی سینے پر برچھیاں چلا رہی ہے تسکین قلب کوسوں دُور ہے شک و شبہات لگاتار جان لے رہے ہیں۔ میں بُری عادت، ننگ، خودی اور خود غرضی کی سپردگی کر رہا۔ خود پسندی، اور شخصی ملاقات نے بہرہ و اندھا کر رکھا ہے۔ دلبستگی کے جال میں پھنسا رہا بے فائدہ خواہشات، اور اُبلتے جذبات کے پیچھے گھومتا رہا۔ مختصر یہ کہ میرے ارد گرد ایک جہنمی ماحول ہے ان تمام دُکھوں دکھوں کی دوا ہاتھ نہیں لگتی دل چاہتا ہے کہ گھربار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں جملہ دکھوں سے نجات کا اس کے سوا اپنے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں پاتا۔ میرے دُکھ کلیش مٹاؤ پاکیزہ ترین اور افضل ترین راستہ دکھاؤ گمرہی اور گم گشتگی کے دلدل سے باہر نکالو اور شانتی کے اصلی راستہ پر لے چلو۔

ستیہ پرش! اے خدائی عظمت کی زندہ تصویر! میں اپنے تجربہ اور مہرشی رابندر ناتھ ٹیگور کے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جب انسان پربھو سے بیمکھ ہو جاتا ہے تو پھر انیک دقتوں اور دشواریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے جیون کے سامان خود پیدا کرتا ہے اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتا ہے اور اپنا خون جگر پیتا اور پوست بدن کھاتا ہے اُسے اندر سے منہ گرانے کی بجائے کوئی دوسرا چارہ ہی نہیں رہتا وہ دنیا کے حالات اور واقعات کو اپنا مخالف تصور کر کے رات دن اس بات میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے کہ کس طرح انہیں مغلوب کر کے اُن سے عہدہ برا ہو اور جب بہت پریشان خاطر اور ماندہ ہو جاتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ ایشور نے اپنے انتظام میں میرے ساتھ بہت بے انصافی کا سلوک روا رکھا ہے۔

میں نے زندگی میں دیکھا ہے کہ تکلیف اور مصیبت کے سخت ترین تجربات کی زور دار بارش کے بغیر دل کی زمین زرخیز نہیں ہو سکتی۔ حقیقی سُکھ کے لئے دل میں دُکھ درد کے ذریعہ حقیقی ہلچل اور پریشانی کا ہونا لازمی اور لابدی ہے۔

دُکھ بھی انسان کو بے سود نہیں ہوتا ہے۔ حق نے کانٹے میں بھی کچھ فیض چھپا رکھا ہے۔ رنج و غم تو شانتی اور صبر ناپنے کا ایک آلہ ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بعض اوقات دُکھ کا تحت تجربہ وہ باطنی حکمت دیتا ہے جو کروڑوں کتب مقدسہ پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

جہاں میں غم کا کھانا ہے ذریعہ شادمانی کا
کہ ہنستا پھول کا منحصر ہے شبنم کے رونے پر

"مسرت کے دستر خوان کا پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے اے دوست غم کو کھٹائی کی طرح سمجھ! بے انتہا مسرت اس لذیذ کھانے کی طرح ہے جسے زیادہ مقدار میں کھانے سے طبیعت بھر جاتی ہے اور ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے غم کی کھٹائی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ اسے ہضم کرنے کی کوشش کر۔"

علامہ زماں سر اقبال فرماتے ہیں

گو سراپا کیف عشرت ہے شراب زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحاب زندگی

موج غم پر رقص کرتا ہے حباب زندگی
ہے الم کا سورہ بھی جزو کتاب زندگی

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کا ہل نہیں غراز فغاں!

دیدۂ بینا میں داغ غم چراغ سینہ ہے
روح کو سامان زینت آہ کا آئینہ ہے!!

حادثات غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گرد ملال

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

طائر دل کے لئے غم شہپر پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل غم انکشاف راز ہے

غم نہیں غم روح کا ایک نغمۂ خاموش ہے
جو سرور ربط ہستی سے ہم آغوش ہے

بقول ایک فہیم روح دنیا عالم تجرباتی ہے کوئی قربان گاہ یا ڈراؤنی شئے یا کھیلنے والا آنگن یا جوا یا لاٹری یا ذبح خانہ نہیں یہاں ہر شخص کو چار و ناچار اپنی غلطیوں کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یا یوں کہ زندگی ایک سزا نہیں بلکہ اس کے رنج و غم اور دکھ درد یہ بات صاف صاف روشن کرتے ہیں کہ انسان نے ابھی تک صحیح معنوں میں جینا نہیں سیکھا۔ جب تک وہ درست طور پر زندگی بسر نہ کریگا وہ حقیقی خوشی سے ہرگز بہرہ ور نہیں ہوسکتا۔ زندگی کی خوشی ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کی شئے ہے یعنی صحیح زندگی بسر کرنے سے ہی خوشی نمودار ہوسکتی ہے۔

تجربہ زندگی کی خوراک ہے اسکے بغیر سچی خوشی اپنے پورے جوبن پر نہیں آسکتی زندگی کا اصل سبق کوئی ایسی شئے نہیں جو محض روحانی کتابوں یا وعظ کے ذریعے حاصل ہو سکے وہ تو زندگی کی کش مکش کے ذریعے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ یعنی زندگی میں بار بار گرنے اور اٹھنے کے ذریعے ہی آتا ہے۔ رنج و غم کے تجربات ہی خوابیدہ روح کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا کرتے ہیں مطلب یہ کہ زندگی ہمیشہ تجربات کے ذریعے ہی مکمل ہوتی ہے۔ ذاتی تجربات بہت مفید ہیں اور اس سے کم دوسروں کے۔ چونکہ انسان سارے تجربات خود نہیں کر سکتا اس لئے یقیناً دوسروں کے تجربات سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے مثلاً شرابی کی بدحالت کو دیکھکر شراب پینے کے بد نتائج کے تجربات کا تم فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ خود شراب پی کر خراب و خستہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ افلاطون سے کسی نے پوچھا "آپ نے عقل کیونکر پائی"، افلاطون نے جواب دیا "بھائی! محض نادانوں سے" وہ کیونکر؟ افلاطون نے بتایا "اُن کو رنج و غم اور مصیبت میں مبتلا دیکھکر میں نے اُنکے اُلٹ کام کئے۔ جس کا نتیجہ شانتی اور سکھ پایا۔" تمہارا خیال ہے کہ دنیا کے اکھاڑے سے بالکل الگ تھلگ رہنے والے سادھو سنت بہت زیرہ پرکھی ہوئی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں یا یوں کہ جنگل یا گپھا میں رہ کر یا آلہ تناسل کو کاٹکر یا کانٹوں پر سو کر ہی زندگی بسر کرنے سے انسان کامل بن سکتا ہے مگر تمہارا یہ خیال ادھورے تجربہ اور استدلال عقلی پر مبنی نہیں ہے اگر تم ان کے دل میں دبی اور چھپی ہوئی اُمنگوں اور ترنگوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ سکو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ انکے ولولے اُبھرنے اور عملی صورت اختیار کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہوتے ہیں جیسے بارود خانہ میں ایک چنگاری پڑنے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ فوراً جل اُٹھتا ہے بعینہ ان کا جذباتی میگزین موقع کا منتظر ہوتا ہے۔" یونہی کوئی چنگاری پڑی کہ وہ فوراً جل اُٹھتا ہے متلاشی حق۔ کیا تمام دکھوں سے بچنے کے لئے گرہست کا تیاگ ضروری ہے۔ اے ستگورو! اس میں آپکی کیا رائے ہے؟

میرے لئے روشنی کا جگمگاتا ہوا مینار بن کر صحیح راستہ دکھائیں۔

ستیہ پرش ..... اے بیٹا! میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی پھول کے پودے کو اپنے اندر سے خوشنما اور دلکش پھول ظاہر کرنے کیلئے کسی قسم کے تیاگ کی ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے!

نہیں! نہیں!! پودا اپنی فطرت کے اٹل قانون کے زیر اثر پھول کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے مجبور ہے پھول کے ذریعہ اپنی بھینی بھینی خوشبو کو پھیلانا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ ایسے ہی حقیقت برتریں اور پورن شانتی کے راجیہ میں داخل ہونے کے لئے سنسار سے الگ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں انسان اپنی فطرت کے اٹل قانون کے زیر اثر اپنے ماخذ کی جانب رجوع کرنے کے لئے مجبور ہے۔

عام لوگ محض بیرونی چیزوں اور خاص خاص عملوں کو چھوڑ دینے کو ہی بہترین حالت گردانتے ہیں اصلیت کی نگاہ سے جو شخص اس خیال کے زیر اثر اپنے آپکو دنیا سے الگ کر لیتا ہے وہ اپنے آپ کو گمراہ کرتا اور بھلاتا ہے انسان نے غلطی اور بھول بھرم سے سچائی پر بے معنی ضدیں اور شرطیں لگا رکھی ہیں دنیا کے تیاگ کے ذریعے عارضی سکھ ڈھونڈنے کی بجائے اصلیت کی تلاش کرنی چاہیئے عارضی سکھ کی تلاش بندھن کا باعث ہے اس کے برخلاف اصلیت کی تلاش زندگی کی مکتی ہے۔

اگر تم اصلیت کو پانا چاہتے ہو تو ان تمام توہمات کا بندھن توڑ ڈالو ان کا سچائی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں اگر سچ سچ پوچھو تو جملہ دکھوں کا خواب اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے اپنے ہی اندر ستیہ وستو اور جہالت دونوں موجود ہیں مگر تم ستیہ وستو (حقیقت) سے بے خبر ہو اور محض جہالت یعنی مختلف عقیدوں اور مسائل سے اندھے ہو رہے ہو اور وہی ستیہ درشن پر پردہ ہو رہے ہیں۔ سہ

اپنا ہی کچھ تصرف اوہام ہے کہ ہم | چہرہ پر حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا
آنکھیں جو موند لیں تو دوپہر میں رات ہے | اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا
اپنا حجاب آپ ہیں تو اے میاں نیاز | اٹھنے سے تیرے ہوتا ہے اٹھنا حجاب کا

جو لوگ اپنی زندگی کا کوئی مقررہ مقصد نہیں رکھتے اور نہ ہی زندگی کے حقیقی معنی سمجھتے ہیں وہی دنیا سے تیاگ کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ وہ اصل میں راہ زندگی میں بھٹک رہے ہیں۔ زندگی کا اصل مقصد حقیقت کو دریافت کر کے اس تک پہنچنا ہے اور جملہ چیزوں سے زندگی کو مکمل طور پر آزاد کرنا ہے مکمل آزادی اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب تم زندگی کے کل تجربات سے گزر کر ان سے اوپر یا پرے ہو جاتے ہو بجز اس کے زندگی کو سپھل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں بقول مہاتما ایمرسن وہی شخص کمال آزادی کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جو واقعات اور تجربات کو ہی اسباق زندگی کے معلم خیال کرتا ہے۔ باقی پھر

تقدیر اور تدبیر کا ایکسرے

گھٹیا نکمی اور ادنیٰ قسمت کو تبدیل کرنے اور اپنے اندر قوت اور جوش عمل کی تازہ روح پھونکنے کیلئے اس بصیرت افروز کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب محض بھلائی۔ انسانی ہمدردی اور حوصلہ افزائی کے نقطۂ نگاہ سے لکھی گئی ہے تاکہ ان جی ہارے ہوئے اور رنج و غم میں ڈوبے ہوئے بھائیوں کو تسلی و تشفی و شانتی کا سامان ملے جو گھٹنے پر سر رکھے ہوئے اپنی قسمت پر رو رہے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ جائے اور ان کی زندگی پر تقدیر کی چھائی ہوئی تاریکی کا خاتمہ ہو جائے اور انکی روح کا افق تقدیر کی جوت سے روشن ہو جائے اور انمیں حوصلہ اور امنگ کی روشنی پھیر جائے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۱/- بذریعہ منی آرڈر بھیجکر کتاب بیرنگ پوسٹ منگوائیں۔ وی۔ پی نہیں ہوگا یا دیگر کتب کے ساتھ منگوائیں

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ فراش خانہ دہلی

سرِشٹی کی بُجھارت (چیستانِ عالم)

قسط دوئم

رقم فرمودہ پروفیسر نرمل چندر جی

وجدان (سہج گیان) سے اہلِ بصر (رشیوں) نے دیکھ لیا تھا کہ برہم اور جگت۔ پرش اور پرکرتی چیتن اور جڑ۔ آتما اور اناتما جُداگانہ ہستیاں نہیں۔ بلکہ ایک ہی لاتغیر بےحد حقیقت کے اپنے پہلو ہیں۔ برہم آپ ہی جگت کا روپ دھارن کئے ہوئے ہے۔ سبھی گن ایک نرگن کے ہی تو ہیں۔

جگت کے ظہور کے بارے میں اُپنشد اعلان کرتے ہیں۔

यथोर्नाभि सृजते गृह्णते च यथा पृथिव्या मोषधय: सम्भवन्ति ।
यथा सत: पुरुषात्केश लोमानि तथा क्षरत्सम्भवती हि विश्वम ॥ मु: उप: १.१

ترجمہ:- جیسے پرکار مکڑی جالے کو بناتی اور نگل جاتی ہے۔ جیسے پرکار پرتھوی میں نانا پرکار کی اوشدھیاں اُتپن ہوتی ہیں اور جیسے پرکار جیتے منشیہ سے کیش اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی پرکار اکشر (اوناشی) پربرہم سے اس سرشٹی میں سب کچھ اُتپن ہوتا ہے۔"

اپنشدوں کا یہ اعلان حقیقت سورج اور چاند سے بھی بڑھکر روشن ہے۔ اس میں دھندلاپن اور شک کو دخل ہی نہیں۔ کہ یہ سرشٹی پربرہم سے خود بخود ہی نمودار ہوتی ہے سوبھاوک طور پر۔ دھشٹان میں ادھیاس کے طور پر ہرگز نہیں۔ جگت برہم کا پرکاشک ہے اسے چھپاتا نہیں۔ اور اس لئے یہ ساکشات برہم درشن ہے۔ برہم میں جگت نہیں بھاسنا۔ بلکہ برہم آپ ہی اپنے سوبھاؤ سے پرکاشمان ہو رہا ہے۔ سرب گنوں، دوندوں۔ اوستھاؤں اور کریاؤں میں، جگت برہم میں رسّی میں سانپ کی مانند مفروض نہیں بلکہ اس میں برہم ہی پرکٹ ہو رہا ہے جیسے سورج ان کی کرنوں اور رنگوں میں۔ برہم کے اس پرکاش کا نام ہی مایا ہے۔ یہ برہم وبھوتی ہے۔ حقیقت کی اپنی تجلی ہے۔ کیول ایک دیکھنا یا تصور کرنا برہم درشن نہیں بلکہ انیک میں ایک اور لاتغیر سے متغیر کو اس کے اندر سے نمودار ہوتے دیکھنا دیدارِ حقیقت ہے۔ حقیقت مقرون اور مطلق ہے تجرید محض نہیں۔

جب انسان اس سرِ اعظم کو پا لیتا ہے۔ تب نے بھولنے کا خواہشمند ہونے کی بجائے وہ اپنی زندگی میں انسانی مرتبہ پر برہم (ستیہ۔ شیو۔ سندر) یعنی سچائی۔ نیکی اور خوبصورتی کے پرکاش کا آلہ بن جاتا ہے۔ وہ جیون سے مکتی (خلاصی) ڈھونڈنے کی بجائے اپنے پنچ کوش وجود کی راہ سے گیان۔ پریم۔ آنند۔ بھلائی۔ سوندریہ کا اور ہی اور برہم پرکاش کرتا ہے۔ اُسے برہم میں لین ہونے کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ اور اپنی زندگی سے اسی مادی اور حیوانی دُنیا میں روحانی بہار لاتا ہوا اسی پرتھوی پر سورگ نرمان کرتا ہے۔ اس کا پرم دھام اب اور یہیں ہوتا ہے۔ اسے گزشتہ یا آئندہ یونی چکر کا وہم ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سب من کی کلپنائیں ہیں۔ اصل حقیقت ایک ست۔ چیت۔ آنند سروپ ہے اور درشیہ جگت اُسی کا اپنا سوبھاوک پرکاش ہے۔ برہم سے الگ جگت اور جگت سے الگ برہم کوئی وجود نہیں رکھتے بجلی کے متضاد قطبوں کی مانند ہم وجود ہیں۔

یہی برہم واد اور پورن ویدانت ہے۔ اس کے خلاف مایا واد زندگی اور ذمہ داری سے فرار کی تعلیم دیتا ہوا دلچسپی کی بجائے زندگی سے بیزار کرتا ہے۔

اس زمین پر ایک انسان ہی تو ایسا وجود ہے جو حقیقت (آتما) کو ہو بہو پہچان سکتا ہے اور پھر صرف مخلوق نہ رہ کر اپنی خالقیت کو سنبھالتا ہوا اسی دکھ کلیش سے بھری دنیا کو پرم سورگ میں بدلنے کے لائق ہوتا ہے یہی جیون مکتی ہے۔ پورن ویدانت کا سندیش ہے۔ کہ وہ (حقیقت) پورن ہے اور یہ (جگت) بھی پورن ہے۔ پورن سے پورن ہی کی پیدائش ہو رہی ہے۔ یہی راہ زندگی ہے۔ باقی سب جاہلانہ دل لگی یا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ برہم ستیہ ہے اور جگت ستیہ کا پرکاش ہے +

گیان جیوتی کی کرنیں!

— جب تم کہتے ہو کہ مجھے آتما کا انوبھو نہیں ہو رہا۔ تب بھی تمہیں آتم انوبھو ہو رہا ہے۔ مگر تم اسے سمجھتے نہیں ہو۔ وہ کون ہے، جو کہہ رہا ہے کہ مجھے آتم انوبھو نہیں ہوا۔ وہ تم آپ ہی تو ہو! دل میں بستے ہوئے پوچھتے پھرتے ہو کہ دل کا راستہ کونسا ہے! آتما کو انوبھو کرنے کی کوشش چھوڑ دو۔ کوشش ایک بڑی رکاوٹ ہے جو آتم انوبھوتی ہونے نہیں دیتی۔ کوشش کرنے والا تو کوشش سے پہلے ہی موجود ہے۔ مگر تمہارا زور کوشش پر لگ رہا ہے۔ ہو بہو پہچان پر نہیں۔

— آتم گیان ہر پرکار کے گیان سے پہلے موجود ہے۔ جگت کو دیکھ کر تمہیں اس کے رچنے والے ایشور کا خیال آتا ہے۔ اپنا آپ تو سرب جیوتی کی جیوتی ہے۔ سب کو پرایت اور سب سے پہلے پرگٹ ہے۔

— من کو دبانا چھوڑ دو۔ اسے ٹھہرانے کا صحیح طریقہ وچار مارگ ہے۔ دوسرے سادھنوں میں خودی بنی رہتی ہے۔ اہنکار مٹانے سے کبھی نہیں مٹتا۔ لیکن جب اہنکار کو دبانا چھوڑ کر اس کے مول کو ڈھونڈا جائے کہ یہ کہاں سے اٹھتا ہے۔ تب یہ اپنے آپ ہی دور ہو جاتا ہے۔ سادھنوں سے بیوہار کی سدھی ہوتی ہے۔ آتما سوتہ سدھ ہے۔ آتما سادھنوں سے سدھ ہونے کی بجائے سبھی سادھن آتما سے سدھ ہوتے ہیں۔

— صرف است کو ست ماننے کا بھرم دور کرنا ہے۔ ست تو پہلے ہی بذات خود موجود ہے۔

— باہر کو جاؤ تو چیزیں اور خیالات ہیں۔ اندر کو جھانکو۔ تو کیول آتما ہی ودیمان ہے۔

— وچار مارگ کو چھوڑ کر دوسرے مارگوں میں دھیان اور دھییہ درکار ہوتے ہیں لیکن وچار مارگ میں دونوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دھیان دھییہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر وچار مارگ میں اپنے آپ میں وشرام ہی درکار ہوتا ہے۔ اور کوئی سادھن نہیں۔ دوسرے مارگوں میں من کو بحال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہاں من کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

— "میں" کا شبد آتما کی طرف اشارہ دیتا ہے۔ خود وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ انگلی کے اشارے کو سمجھنے سے چاند کا درشن ہوتا ہے۔ صرف انگلی کو دیکھنے سے نہیں۔

سالنامہ "کرشن انک" بابت ماہ جنوری ۱۹۶۶ء کی

لکھائی چھپائی کا کام ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو شروع ہو جائے گا + کرشن انک باتصویر ہو گا اور فی کاپی کی قیمت -/3/ روپئے ہوگی۔ لیکن اوم کے مستقل خریداران کی سیوا میں مفت بھینٹ ہوگا۔ اگر آپ ابھی تک اوم کے سالانہ خریدار نہیں بنے تو اپنی پہلی فرصت میں سالانہ چندہ -/8/ روپیہ بھیجکر اس بینظیر تحفہ کے حقدار بنیں :-

منیجر

گذشتہ سے پیوستہ

شریمد بھگوت گیتا

دوسرا ادھیائے

مترجم
شری جوندلال شاد
منشی فاضل۔ ادیب فاضل

26 ہے اگر تیرا ابھی ایسا ہی خیال
یہ بھی ہے حادث نہیں ہے لافنا
جیتی اور مرتی ہے یہ بھی بار بار
ہے اگر ایسا۔ تو تو ہے کیوں حزیں
جبکہ سب پر موت کا آزار ہے
دل سے کر کے دور خوف جان تو
اے قوی بازو! یہ ہے کار ثواب

کہ ہے روح پر بھی تغیر کا وبال!
یہ بھی ہے فانی نہیں ہے بالبقا
اس سے بھی وابستہ ہیں یہ سب فشار
ہو رہا ہے کس لئے یوں سہمگیں
پھر تیرا یہ رنج و غم بیکار ہے
جنگ لڑ اور جیت لے میدان تو
ہو نہ مطلق تو شکار اضطراب

27 بنتا ہے صید اجل ہر ذی حیات
جاتا ہے جو موت کے آغوش میں
پیدا ہونے والا مرتا ہے ضرور
زندگی اور موت کا یہ رابطہ
ہے ازل سے کارفرمائے جہاں
لاتغیر ہے یہ قدرت کا اصول
ہو نہ صید جہل۔ بن روشن بصر

مثل نقش حجر ہے ارجن! یہ بات
آتا ہے پھر زندگی کے ہوش میں
مرنے والا پیدا ہوتا ہے ضرور
بننے اور مٹ جانے کا یہ ضابطہ
اس کا سکہ ہر جگہ ہی ہے رواں
اس کے غم میں گھلتے رہنا ہے فضول
یہ محن۔ یہ یاس دل سے دور کر

28 ہو شروع میں غیر مرئی ہر وجود
وسط میں ہو جاتے ہیں سب آشکار
جس طرح یہ مخفی تھے آغاز میں
در بطون انتہا جائیں سما
آتا ہے ملک عدم سے ہر بشر
ارجن! جب کر بسیت بمت بار بار
ہو ولادت پر خوشی کا کیوں وفور؟
یہ صداقت جب تجھے معلوم ہے

رہتا ہے آنکھوں سے مخفی ہر وجود
لاتعداد رنگ و صور میں جلوہ بار
جیسے نغمہ مستتر ہو ساز میں
چشم ظاہر سے نہاں ہوں برملا
اور عدم ہی کو چلا جاتا ہے پھر
ہو رہا ہے یاس سے کیوں دل فگار
موت پر نوحہ ماتم کیوں ضرور!
پھر تو کیوں مایوس اور مغموم ہے

شلوک نمبر ۲۵

۱۔ ماہیت۔ ۲۔ جس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے۔ ۳۔ جس میں کوئی ہیر پھیر نہ ہو سکے۔ ۴۔ جو خیال میں نہ سما سکے۔ ۵۔ بہت دور۔ ۶۔ عقل کی رسائی ۷۔ پریشان۔ بدحواس

شلوک نمبر ۲۶

۱۔ جس کا آغاز نہیں اور انجام ہیں مراد فنا ہو جانے والی چیز ۲۔ ملے ہوئے۔ ۳۔ تکلیف ۴۔ غمزدہ۔ رنجیدہ۔ ۵۔ خوفزدہ۔ ۶۔ تکلیف۔ ۷۔ لمبے اور مضبوط بازو والا مراد ارجن۔ ۸۔ پریشانی کا شکار۔

شلوک نمبر ۲۷

۱۔ موت کا شکار۔ ۲۔ جاندار ۳۔ پتھر پر کی لائن۔ نہایت نمایاں اور پکی ۴۔ گود ۵۔ تعلق۔ ۶۔ قانون۔ دستور ۷۔ دنیا پر عمل کرنے والا۔ ۸۔ جاری۔ ۹۔ تبدیل نہ ہونے والا ۱۰۔ جہالت کا شکار۔

29 اَے پرنتپ! علم رُوح ہے بس محال[1]
معرفت[3] اس کی بڑی دشوار ہے
بعض کہتے ہیں اسے حیرت[5] فزا
بعض سمجھانے پہ بھی نادان ہیں
یہ حواس[7] ظاہری سے دُور ہے
رکھتے ہیں جو علم و دانش میں کمال
لاتعد بیدار دل۔ روشن نظر

اس کے عالم میں جہاں میں خال خال[2]
قوت ادراک[4] یاں بے کار ہے
بعض کو ہے اس کی ہستی سے اِبا[6]
مختلف العقل سب انسان ہیں
عقل بھی اس کام میں معذور ہے
وہ بھی ہیں اس راہ میں آشفتہ[8] حال
اس کے فہم کنہ[9] میں ہیں بے بصر

30 دنیا میں جتنی کہ مخلوقات ہے
خود تو یہ ہر اثر سے آزاد ہے
سب کو حاصل ہے اسی سے زندگی
سب کے اندر زرفشاں[2] اس کا نور ہے
ہر کدورت کی بلا سے دستگار
جب یہ ہے محفوظ[5] ہر آزار سے
ہے عبث پھر یہ تیرا خوف و ہراس
گر کوئی ہوتا ہے لقمۂ اجل
دل سے کر کے دُور خدشہ موت کا

اس پہ عائد[1] روح کی کرامات ہے
جسم ہے جو شاد یا ناشاد ہے
طاقت و حرکت۔ نمو[3]۔ پائندگی
سب کا دل اس نور سے معمور ہے
ہر تغیر کی وبا سے برکنار
بے خطر ہے ہر محن[6] کے تعلق سے
ہے بلا حاصل یہ سب حرماں و یاس
اس کے غم میں ہو نہ ہرگز مضمحل[7]
بڑھ دلیری سے بسوئے رزمگاہ[8]

31 اَے پرنتپ دھرم کی پہچان کر
تو سہادر۔ تیر[1] فگن بے مثال
خاندان پانڈو کا شیر ژیاں[4]
بھول کر یہ اپنے سارے ہی کمال
کس لئے اس کام سے بیزار ہے؟
جنگ لڑنے سے ہے پریشان کیوں؟
کھشتری کا ہے یہ فرض اولے[7] تر
جنگجو کھشتری بڑا انسان ہے
ہو نہ غافل حفظ نام و ننگ سے
دل سے کر کے دُور خوف جان تو

جنگ لڑنے میں نہ این[1] و آن کر
تو دلاور صفدری[3] میں باکمال
سرفراز[5] جنگجویان جہاں
حیرت ہے ہو جائے یوں آشفتہ حال
کیوں مقدس فرض سے انکار ہے؟
موت سے خائف[6] ہے تیری جان کیوں؟
اس کی عظمت ہے اسی پر منحصر
اُس کا تو لڑنے ہی میں کلیان ہے
کر نہ اب انکار ہرگز جنگ سے
بڑھ جسارت[9] سے سوئے میدان تو

۱۱. عقل مند۔ روشن ضمیر
۱۲. دکھ۔ ۱۳. نااُمیدی

شلوک نمبر ۲۸

۱. نظر نہ آنے والا۔
۲. پوشیدہ۔ ۳. ظاہر
۴. منور تو ں۔
۵. روشنی بخش
۶. پوشیدہ۔ ۷. پوشیدگیاں
۸. زخمی دل والا دکھی۔
۹. زیادتی۔

شلوک نمبر ۲۹

۱. بہت ہی مشکل
۲. کوئی۔ کوئی۔
۳. پہچان۔ گیان۔
۴. ایک عقلی قوت جس کے ذریعے انسان کو ہر چیز کا گیان حاصل ہوتا ہے۔
۵. حیرانی بڑھانے والی
۶. انکار۔ ۷. حواس خمسہ سُننے۔ کھلنے چھپنے۔ سُننے دیکھنے والی۔ اندریاں۔
۸. پریشان۔ ۹. کسی شے کی حقیقت کو سمجھنا۔

شلوک نمبر ۳۰

۱. عمل کرنے والی۔ کارفرما
۲. بڑھنے کی طاقت
۳. تمام ہستی کو قائم رکھنے کی طاقت۔ ۴. چمکنے والی۔
۵. محفوظ۔ ۶. دکھ۔ رنج۔

۷. پریشان۔ ۸. میدان جنگ۔ شلوک نمبر ۳۱۔ ۱. مال سُوں۔ ۲. تیرانداز۔ ۳. دشمن کی لائنوں کو توڑ دینا۔ ۴. غضبناک شیر۔ مراد بہت بہادر۔ ۵. سربلند بہت مشہور۔ ۶. ڈرنے والا۔ ۷. سب سے زیادہ ضروری۔ ۸. بہتری بہبودی۔ ۹. ۔۔۔

(باقی آئندہ)

"پرارتھنا"

شری منوہر لال جی

مانگوں میں تجھ سے جو کچھ مجھکو وہ ایشور دے
سائل ہوں تیرے در کا جھولی مری تو بھر دے

دل دے وہ دل کہ جس میں دردِ جہاں سمائے
انسان کیلئے جو کٹ جائے وہ جگر دے

زر کی چمک سے آنکھیں چندھیا سکیں نہ میری
اور حسنِ عارضی پر ٹھہرے نہ وہ نظر دے

ست کی چٹان پر میں ڈٹ جاؤں مرد بنکر
دنیا ادھر کی جائے کوئی ادھر کو کر دے

نیکی کی رہ دکھائے۔ بدیوں کو جو بھلائے
ایسا ہی رہنما دے ایسا ہی راہبر دے

نخوت غرور میرے نزدیک بھی نہ پھٹکے
در تیرے کے سوا جو جھکنے نہ پائے سر دے

جیسا ہے نام میرا ویسا بنوں منوہر!
اُپدیش میں تو میرے کچھ ایسا ہی اثر دے!!

موتیوں سے تولنے والی کتاب (مصنفہ شری بھاگمل جی ساہنی)

پربھو کے ساکشات درشن

اس نادر ترین کتاب میں پربھو کے ساکشات درشن کے مختلف طبقات کھولنے کی کنجی رکھی گئی ہے سچی روحانیت کی دقیق ترین گہرائیوں کو سادھارن باتوں میں کھولکر رکھ دیا ہے آپ اسے پڑھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھیں گے واہ کیا عالمگیر تعلیم ہے۔ کیا ہمہ گیر اُپدیش ہے۔ یہ زندگی کا انمول تحفہ اعلیٰ ترین سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر جینا سکھلاتا ہے۔ اس میں زندگی کی سبھی الجھنوں کا حل پایا جاتا ہے اس میں ایک ہی وقت میں گیان بھگتی اور کرم (خیال جذبہ اور عمل) کی ہم آہنگی اور موافقت دکھائی گئی ہے۔ ذرا دل دیکر پڑھئے تو سہی پھر دیکھئے اس کا کمال کہ کس طرح زندگی کی ٹوٹی پھوٹی اور بکھری ہوئی لڑیاں دوبارہ جڑ جاتی ہیں کس طرح ادھوری اُکھڑی اور بے چین زندگی امر جیون اور آتما جیون میں تبدیل ہو جاتی ہے کس طرح زندگی کا ریگستان لہلہاتے ہوئے چمن میں بدل جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید لیکن ایک دفعہ مطالعہ کی ازحد لازم ہے۔ قیمت ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر کتاب بیرنگ ڈاک میں منگوائیں۔ یا دوسری کتب کیساتھ منگائیں۔

ملنے کا پتہ دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۶

نوجوانوں میں اخلاقی گراوٹ پھیلانے والے ریڈیو اور سینما
دونوں میں مفید تبدیلی اور اصلاح کی ضرورت

ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ ریڈیو اور سینما عوام کو حقیقی اور سچی تعلیم دینے کے مقصد سے قائم کئے گئے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تفریحِ طبع کا مسالہ بھی بہم پہنچانا ان دونوں کے پروگرام میں خاص طور سے شامل تھا لیکن ہمیں یہ دیکھکر انتہائی قلق ہوتا ہے کہ آجکل ریڈیو اور سینما اپنی موجودہ شکل میں نفسانی جذبات کی اشاعت کا ذریعہ بن چکے ہیں اور ہمارے دیش کے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو عیاشی اور بدمعاشی سکھانے کا مکتب بن رہے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کا براہِ راست اثر ہمارے دلوں پر پڑتا ہے کانوں سے سنی ہوئی بات کا اتنا گہرا اثر ہمارا دل قبول نہیں کرتا جتنا آنکھوں دیکھی تصویر سے متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دیش میں جو آجکل عشقیہ اور گھٹیا قسم کی فلمیں بن رہی ہیں اُن سے نوجوان لڑکے و لڑکیاں گمراہ ہو کر بدی اور بدچلنی کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بچپن میں ہم جو کچھ دیکھتے یا سُنتے ہیں اس کا خاصہ اثر ہمارے ذہن میں کافی عرصہ تک موجود رہتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس سال کے معصوم بچے جب آجکل کی گندی، واہیات اور مخش فلمیں دیکھتے ہیں اور گھر آکر اُن فلموں کے عشقیہ گیت گاتے ہیں تو جوان ہو کر وہ بیسویں صدی کے لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد اور نہ جانے کیا کیا بننے کے خواب دیکھتے ہیں ہمیں ان کور چشم اور فیشن پرست والدین کی حالت پر رونا آتا ہے جو اپنے بچوں کی زبانی عشقیہ گیت سُنکر خوش ہوتے ہیں اور اکثر حالتوں میں انہیں انعام دیکر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

یہی حال ریڈیو کا ہے وہاں پر فرمائشی گانوں کے پروگرام سے جو گیت نشر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر گندی فلموں کے اخلاق سوز افسانے ہوتے ہیں اور انہیں ہر روز ہمارے گھروں میں رہنے والے معصوم بچوں کے کانوں میں ڈالا جاتا ہے اگر خداوندانِ ریڈیو اپنی صفائی میں یہ کہیں کہ صاحب اس میں ہمارا کیا قصور؟ لوگوں نے فرمائش بھیجی اور ہم نے اُسے پورا کیا۔ یہ فرمائش کرنے والوں کی بدمذاقی ہے کہ وہ عشق و محبت کے گانے سُننا پسند کرتے ہیں۔ لیکن ہم ان کے اس عذر کو تسلیم نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسے گانوں کی فرمائش کرنے والے اکثر وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں ہیں جن کے دماغوں پر فلم آرٹسٹ بننے کی دُھن سوار رہتی ہے اور جو اس لائن میں شامل ہونے کیلئے اپنے خاندان کے ننگ و ناموس کو بھی طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ اسلئے ریڈیو کے اعلیٰ منتظمان کا یہ قومی فرض ہے کہ وہ ایسے پروگرام کو نشر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دیں جن سے نوجوانوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

فلم پروڈیوسروں کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنی جیبیں بھرنے کی کوشش میں فحش مکالمے گندے گیت، عریاں ناچ اور اخلاق سوز مناظر پیش کر کے قوم و ملک کو ذلت اور بداخلاقی کے گہرے گڑھے میں نہ دھکیلیں۔ انگریزی حکومت تو یہ چاہتی تھی اور اُس نے ایسا کیا لیکن ہماری اپنی حکومت کو تو اس سلسلہ میں فوری توجہ دینی چاہیئے اور جان بوجھکر آنکھوں پر پٹی باندھکر خاموش نہ رہنا چاہیئے۔

ہمارا یہ وشواش ہے کہ اگر ریڈیو اور سینما سے مناسب ڈھنگ پر کام لیا جائے تو صرف یہاں کے عوام میں سچی حب الوطنی اور فرض شناسی کے جذبات کو بیدار رکھا جا سکتا ہے، بلکہ ملک کی نئی تعمیر میں دیش واسیوں کو حصہ لینے پر اُبھارا جا سکتا ہے۔ اور نوجوانوں میں فیشن پرستی، عیاشی، خود غرضی اور بے حیائی کے خیالات کو پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ اے کاش ہماری قومی سرکار اپنی آنکھیں کھولے اور دیش واسیوں میں بڑھتی ہوئی بے چینی، بداخلاقی اور پست ہمتی کو دور کرنے کیلئے ریڈیو اور سینما کو موثر ڈھنگ پر استعمال کرے۔"

(بشارت خوشدل ایڈیٹر دیش سیوک، دہرہ دون)

رامائن سے سبق

جو آپن چاہے کلیانا۔ سجس سمتی سبھ گتی سکھ نانا ॥ سو پر ناری للار گوسائیں۔ تجو چوتھ کے چند کی نائیں

جو منش اپنا کلیان سُندر ریش، سُو بدھی، شبھ گتی اور نانا پرکار کے سُکھ چاہتا ہو۔ وہ ہے سوامی! پر استری کے للاٹ (چہرہ) کو چوتھ کے چندرما کی طرح تیاگ دے۔ ادھات جیسے لوگ چوتھ کے چندرما کو نہیں دیکھتے۔ اسی پرکار پر استری کا مُکھ ہی نہ دیکھے!

کام کرودھ مد لوبھ سب ناتھ نرک کے پنتھ = سب پری ہری رگھو بیر ہی بھجھو بھج ہیں جہی سنت۔

ہے ناتھ! کام کرودھ مد اور لوبھ۔ یہ سب نرک کے راستے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر شری رام چندر جی کو بھجیے۔ جنہیں سنت یعنی ست پُرش بھجتے ہیں۔

سُمتی کُمتی سب کے اُر رہ ایں۔ ناتھ پُران نگم اس کہہ ایں
جہاں سُمتی تہہ سمپتی نانا۔ جہہ کُمتی تہہ بپتی ندا نا

ہے ناتھ! پُران اور وید ایسا کہتے ہیں۔ کہ سُو بُدھی (اچھی عقل) اور کو بُدھی (کھوٹی عقل) سب کے ہردے میں رہتی ہیں۔ جہاں سُو بدھی ہے وہاں نانا پرکار کی سمپدائیں (سُکھ کی ستھتی) رہتی ہیں۔ اور جہاں کو بُدھی ہے۔ وہاں پر پینام میں وپتی (دُکھ) رہتی ہے۔

وہی آدمی ہے

ازقلم شری گوپال داس مسرور

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

کسی کو دُکھی دیکھ آنسو بہائے ؛ جو غیروں کو بھی اپنا ساتھی بنائے
مصیبت کے لمحات میں مُسکرائے ؛ جو صابر و شاکر ہو راضی رضائے
وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

نہ دشمن کا ڈر ہو نہ غم آشنا کا ؛ خزاں کا نہ کچھ خوف باد فنا کا
صلہ دے جو ہر دم وفا سے جفا کا ؛ جسے آسرا ہو فقط اِک خدا کا
وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

محبت کرے جو ہر اِک آدمی سے ؛ کبھی پیش آئے نہ وہ بے رخی سے
غرض دوستی سے نہ کچھ دشمنی سے ؛ نہ وابستگی ہو خوشی سے غمی سے
وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

کہیں رنج دیکھے تو رنجور ہو وہ ؛ خوشی میں ہو کوئی تو مسرور ہو وہ
شراب محبت سے مخمور ہو وہ ؛ محبت پرستی میں ہی چُور ہو وہ
وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

مہاتما گاندھی کے وچار

ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ جو دوسروں کو کھلائے بغیر کھاتا ہے یا یگیہ کئے بغیر کھاتا ہے۔ وہ چور ہے۔ اگر پرماتما ہمیں طاقت اور دولت دیتا ہے تو وہ اس لئے دیتا ہے کہ ہم اُسے بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے خرچ کریں اور اُسے ذاتی اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے برباد نہ کریں۔

اگر پرماتما نہیں ہے تو ہم بھی نہیں ہو سکتے اس لئے ہم سب اُسے ایک آواز سے اور مختلف اور بے شمار ناموں سے پکارتے ہیں۔ وہ ایک ہے۔ وہ لاتعداد ہے۔ ذرّہ سے بھی چھوٹا اور ہمالیہ سے بھی بڑا ہے۔ سمندر کی ایک بوند میں بھی سما سکتا ہے اور دُنیا بھر کے سمندروں سے بھی وہ بہت بڑا ہے۔ اُسے جاننے کیلئے عقل کام نہیں دے سکتی۔ وہ تو عقل سے پرے ہے۔ ایشور کی ہستی ماننے کے لئے اعتقاد کی ضرورت ہے میرا اعتقاد عقل سے بھی زیادہ آگے دوڑتا ہے۔ اور میں ساری دُنیا کی مخالفت کے باوجود بھی یہی کہونگا کہ ایشور ہے۔ اور ضرور ہے۔

ایشور اُجالا ہے۔ اندھیرا نہیں ہے۔ وہ محبّت ہے نفرت نہیں۔ وہ سچ ہے جھوٹ نہیں۔ وہی ایک اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم اُسکے بندے اور اس کی خاک پا ہیں۔

سچی ترقی کیلئے مضبوط ارادہ۔ انکساری۔ اپنی قربانی کا جذبہ اور مطلوبہ ضبط (یعنی تپ برت اور اندریے سینم) کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ دُعا (پرارتھنا) اور رضا کارانہ فاقہ کشی (نیتم پورک برت) سے حاصل ہوتا ہے۔

مورتی پوجا

میں مورتی پوجا میں یقین رکھتا ہوں۔ مورتی پوجا انسانی خصلت کا ایک خاصہ ہے۔ مورتی پوجا امدادی ذریعہ ہو۔ کوئی ہندو مورتی کو پرماتما خیال نہیں کرتا۔ میں مورتی پوجا کو گناہ خیال نہیں کرتا۔ مسلمان اور عیسائی دوسری کسی جگہ کی نسبت گرجا گھر اور مسجد سے کیوں زیادہ اُنس رکھتے ہیں؟

انسان سے کوئی چیز ممکن نہیں۔ پرماتما سے ہر ایک چیز ممکن ہے۔ پرماتما کے سامنے ہماری ہستی ایک تنکے کے مانند ہے۔ وہ ہمیں جدھر چاہے اڑا دے۔ ہم اس کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتے۔ اُس نے ہم سب کو ایک ہو کر رہنے کیلئے بنایا ہے نہ کہ الگ الگ رہ کر زندگی گذارنے کے لئے۔

پرماتما اپنے بھگتوں کی آزمائش کیا کرتے ہیں۔ وہی اُنہیں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ وہ آزمائش میں کامیاب ہو سکیں۔ پرماتما جن لوگوں پر اپنی برکت نازل کرنا چاہتا ہے اُنہیں بعض اوقات کڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

پرارتھنا

میں پرارتھنا پر زیادہ زور اس لئے دیتا ہوں۔ کیونکہ میں ایک اعلیٰ ہستی کا یقین رکھتا ہوں۔ پیدائش صرف ایک اتفاقیہ چیز نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ زندگی اور موت ایشور کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم دن بھر ایشور کا خیال کرتے تو نہایت اچھا ہوتا۔ چونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ہر روز کچھ منٹ اس کی یاد ضرور کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اپنے پیدا کرنے والے کی لامحدود مہربانیوں کے لئے اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے تو زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔

محبت کا سبق

از پنڈت جگن ناتھ جی کھیرؔ صفی

کیوں بھول گئی یاد وہ آزادی کے دن کی
اُس مغربی پنجاب کے بربادی کے دن کی

جب چھوڑ کے گھر بے سروسامان ہوئے تھے
جاں رکھتے ہوئے جسم میں بے جان ہوئے تھے

مسلم کا تقاضہ تھا کہ ہو ہند کی تقسیم
ملتے نہ اُسے ہند میں تھے کوثر و تسنیم

بے گھر ہوئے بے آبرو، ناموس کو کھویا
تھا دیکھ کے حالات وہ خود ظلم بھی رویا

مسلم کے لئے ہند کا بٹوارہ ہوا تھا
اس کے ہی لئے کھیل صفی سارا ہوا تھا

تھی باپو کی ہڈیوں پہ پڑی پاک کی بنیاد
رو رو کے وہی ہڈیاں ہیں پھر کرتی یہ فریاد

نفرت کے ہی ہیں بیج جو اب بونے لگے ہو
جو چیز ہے حاصل اُسے کیوں کھونے لگے ہو

آپس میں ملو اور محبت کو بڑھاؤ
پھر مل کے یہ آزادی کا دن خوب مناؤ

مذہب کی نہ تفریق کے پھر راگ وہ گاؤ
ہو بھارتی سب دلمیں یہی بات بٹھاؤ

صفیؔ

ہری اوم تت ست۔ جو سیوا آپ پچھلے تیس برسوں سے دیش کی ادھیاتمک بذریعہ رسالہ "اوم" کر رہے ہیں اور جو مضامین "انکوں" کے ذریعہ نکل رہے ہیں۔ وہ یقیناً سنہرے حروف میں لکھی جاوینگی۔ یہی سب سے پُن دان ہے بھولے ہوئے لوگوں کو صحیح مارگ دکھلانا بہت بڑا اپکار ہے۔ مجھ جیسے ہزاروں تُچھ بدھی لوگ اس روشنی سے لابھ اُٹھا رہے ہیں جو آپ نے بذریعہ اوم دی ہے۔ پرانا سیوک ہونے کے ناطہ کچھ بھاؤنائیں جو میرے من میں تھیں بذریعہ لیکھ بعنوان "چور کون" بھیج رہا ہوں۔ اگر آپکے معیار پر پوری اُترے تو رسالہ ہذا میں چھاپنے کی کرپا کریں:۔

چور کون

از قلم
شری لالہ چند جی چوپڑہ
اسسٹنٹ سیکریٹری

شریمد بھگوت گیتا کے تیسرے ادھیائے۔ کرم یوگ کے بارھویں شلوک میں بھگوان شری کرشن نے بالکل صاف شبدوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یگیہ کے ذریعے بڑھائے دیوتا۔ تمہارے لئے اشٹ بھوگوں کو دیں گے۔ اور اُن کے ذریعے دیئے بھوگوں کو جو آدمی اُن کو دیئے بنا ہی بھوگتا ہے۔ وہ نشچے ہی چور ہے۔ مطلب یہ کہ کرتویہ روپی یگیہ سے سنتشٹ ہوئے دیوتا۔ تم کو من چاہے بھوگ دیں گے۔ مگر ان دیوتاؤں کا دیا ہوا بھوگ پھر انہیں دیئے بنا۔ جو آدمی سب بھوگیہ پدارتھ آپ ہی بھوگتا ہے۔ وہ یقیناً چور ہے سنسار کے سارے پدارتھ جو بھوگیہ ہیں سب کی اکٹھی محنت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کے خواہ وہ نر۔ ناری ہوں۔ یا کیٹ پتنگ۔ پران ادھار ہیں۔ اور جو آدمی ان پدارتھوں سے صرف اپنی ہی ضروریات۔ کی تکمیل کر کے۔ دُوسروں کو ان سے محروم رکھتا ہے۔ وہ ان دیئوی شکتیوں کا چور ہے۔ چور اس لئے ہے۔ کہ دیئوی شکتیوں نے وہ بھوگ اُسے اس لئے دیئے ہیں۔ کہ وہ دوسروں کا حق اور دیوتاؤں کا حصہ نکال کر جو بچے۔ وہ اپنے استعمال میں لاوے۔ مگر وہ خود غرض سارے سُکھ بھوگ اپنے لئے ہی ذخیرہ کرتا ہے۔ اور خود ہی بھوگنا چاہتا ہے۔ پس دوسروں کا حق مارنے والا۔ ہونے کی وجہ سے وہ چور ہے۔ اور اپنی خود غرضی کے باعث نہ صرف دُنیا۔ بلکہ دیش اور جاتی کا بھی ناش کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اناج وغیرہ بھوگ کی سب چیزیں سب پرانیوں کے لئے ہیں کسی ایک واحد شخص کی نہیں ہیں۔ مگر جو آدمی ان کا ذخیرہ کر کے اُن پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور خود غرضی سے مغلوب ہو کر اُنہیں اپنی ہی ملکیت سمجھتا ہے۔ وہ چور ہی ہے۔ وہ خود تو شریر کی سجاوٹ۔ اور اس کے عیش و عشرت میں پھنس کر کلیان مارگ سے کنشٹ ہوتا ہی ہے۔ مگر اپنی حرص اور کنجوسی کے باعث دیش اور جاتی کو بھی بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے اولے جب گرتے ہیں۔ تو فصل کا بہت نقصان کرتے ہیں جس سے فصل نشٹ ہو جاتی ہے۔ پرنتو بعد میں خود بھی نشٹ ہو جاتے ہیں۔ آجکل کے دیش میں ان چوروں کا بہت چرچا ہے۔ جنہوں نے اناج ذخیرہ کر کے دیش کو سنکٹ میں ڈال رکھا ہے۔ دیش کی جنتا۔ ہاہاکار کر رہی ہے۔ اور کونے کونے سے روٹی کی آواز آ رہی ہے۔ پرنتو ان چوروں کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی اور وہ ذخیرہ شدہ اناج کو مہنگے دام بیچکر۔ شریر کی سجاوٹ اور اس کے لئے عیش و عشرت کے لئے دھن اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں۔ جو وناش کا کارن ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ صرف اودیا کے کارن ہے۔ کیونکہ جب تک انسان انیتیہ میں نتیہ بدھی رکھتا ہے۔ اپوتر کو پوتر سمجھتا ہے۔ دُکھدائی چیزوں کو سکھدائی مانتا ہے۔ اور جڑ کو چیتن مانتا ہے۔ تب تک وہ کلیان مارگ نہیں اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا بیمار اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا۔ بلکہ تندرست تصور کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے تو کبھی مرنا ہی نہیں۔ جسم کی خوبصورتی پر ہی مست ہو رہا ہے۔ وشئے بھوگوں سے جو من اور اندریوں کی ہانی

ہوتی ہے۔ اس ہانی کو سُکھ اور آنند مانتا ہے۔ اور شریر کو ہی آتما مان کر اپنا، نش جسم جو کہ دُربھ ہے۔ اکارتھ کھو رہا ہے۔ اور فضول میں بھٹک بھٹک کر اپنی عمر برباد کر رہا ہے۔ یہ دھن دولت جو کہ توُ نے۔ ریاکاری۔ مکاری اور فریب سے کمائی ہے۔ اور جس سے تو شریر کی سجاوٹ کرنے میں مصروف ہے۔ تیرا ساتھ نہ دیگی۔ اور جس شریر کے لیے تو سب طرح سے چور بنا ہے۔ تیرا ساتھ نہ دے گا۔ کسی نہ کبھی دِن تجھ کو دھوکہ دیگا۔ اور ساتھ چھوڑ جائے گا۔ سنبھل اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے۔ فوراً ہی دوسروں کا حصہ جو تو نے دبا رکھا ہے دے دے۔ ورنہ بھگوان تجھکو کبھی بھی معاف نہیں کریں گے۔ اٹھ اور جلد ہی جو بدنامی اور کلنک تیرے ماتھے پر دلیش اور جاتی نے لگایا ہے۔ دھو ڈال۔ ورنہ اس کا نتیجہ تجھے اوشیہ ہی بھوگنا ہوگا۔ اوم۔ شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔

خدمتِ خلق!

شری نوبت رائے شوخ

خدمتِ خلق اور یادِ حق سے توُ
پاک ہوگا اے عزیزِ نیک خُو

صاف شفاف اپنے دِل کا آئینہ
اس عمل کی مشق سے پائے گا تو

آئینۂ دِل میں ہوگا ناگہاں
نُورِ ذاتِ پاک تیرے رُوبرُو

نُورِ ذاتِ پاک ہی وہ نُور ہے
جس سے روشن ہے جہانِ رنگ و بُو

روشنی ذات کی تنویر سے
زندگی ہی زندگی ہے چار سُو

آئینۂ دِل میں آتا ہے نظر
جلوۂ حُسنِ ازل ہی ہُو بہو!

جلوۂ ذاتی سے خود کو اے عزیز!
پائے گا بحرِ سرُور و نُورِ توُ!!

دُنیا بھر کی دَولت ملجاتے پر بھی انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا

(دُنیا کے امیر ترین ۲ دو بوڑھوں کی رائے)

توبارہ گولنکن. کو دُنیا میں تیل کا بادشاہ کہا جاتا ہے. اس کے کتنے ہی جہاز اور کارخانے ہیں. اس کی دَولت کا اندازہ لگانا آسان نہیں. پال گیٹی جس کی عمر 72 سال ہے. اس کا شمار دُنیا کے امیر ترین آدمیوں میں ہوتا ہے. وہ اپنی زندگی کے حالات لکھ رہا ہے. توبارہ اور گیٹی میں عرصہ سے خط و کتابت ہوتی رہی. جس کا موضوع یہ تھا. کہ دولت سے قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا. دونوں کا ملاپ لندن میں ہوا جہاں دونوں نے تبادلہ خیالات کیا اور فیصلہ کیا کہ دونوں ملکر ایک کتاب لکھیں. جس میں بتایا جائے گا کہ "دُنیا بھر کی دولت ملجانے پر بھی ایک انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا. جب تک اس کے دل میں خُدا کے لئے پیار اور محبت خلق کا جذبہ نہیں ہو گا.

(ماخوذ)

رہبرِ صحت　مُصنّفہ. خاندانی حکیم. نندلال پوری.

یہ کتاب تقریباً ۲ دو صد صفحات پر مشتمل ہے کاغذ اعلیٰ قسم ۲۲ پونڈ اور لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے، یہ 30 نہایت کارآمد مضامین کا مجموعہ ہے پہلے باب میں دماغ آنکھ. کان. ناک. دل معدہ وغیرہ تمام جسم کے ضروری انگوں کا ذکر کیا گیا ہے دوسرا باب حفظ صحت تیسرا باب قدرتی لوازمات صحت. چوتھا باب صحت اور تندرستی کے قیمتی راز اور تندرستی کے 51 سنہری اصول پانچواں باب صحت کو بگاڑنے والی باتیں چھٹا باب. دنیا کے بڑے آدمیوں کی صحت اور تندرستی کے راز اُنکی اپنی باتیں ساتواں باب. بڑھاپے کا عمر سے کوئی تعلق نہیں آٹھواں باب. درازیٔ عمر کے راز. حصہ حکمت میں عام گھریلو امراض اور انکا نہایت سستا علاج درج ہے.

گویا یہ کتاب ہر طرح سے مفید اور لاجواب ہے قیمت 3/- مقرر ہے لیکن حکیم صاحب کے ارشاد پر رسالہ اوم کے خریداران کیلئے آدھی قیمت ۱½ روپیہ میں فروخت جو رہی ہے ڈاک خرچ 85 پیسہ علاوہ ہو گا.

پتہ. دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج عمدہ دوائیں

کے

حبّ خاص الخاص

پٹھوں کی کمزوری، رعشہ، اور بلغم کی زیادتی کے لئے

قیمت صرف ۲ دو روپیہ

دانش

نزلہ زکام اور دماغی تھکاوٹ کے لئے

قیمت صرف 2/12 روپے

لیئے

گاندھی دواخانہ 152 ڈی کملا نگر دہلی

ٹیلیفون نمبر 229929

راہ نجات

از قلم (پنڈت وید پرکاش جی شرما)

آج دنیا کے مدبر اس بات کی کھوج میں سرگرداں ہیں کہ کسی طرح دُنیا میں شانتی کا ماحول پیدا ہو جائے اور انسان اپنی ہستی کو پہچان سکے۔ ہر روز نئی نئی سکیمیں شانتی پیدا کرنے کے لئے بنائی جا رہی ہیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ اُجتک کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ برعکس دُنیا کو اشانتی شد و مد سے کھائے جا رہی ہے۔ اس کا کارن کیا ہے؟ اسکا کارن سوائے اگیانتا کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دُنیا اگیان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور چاہتی یہ ہے کہ اُسے آنند کی روشنی ملے۔ اگیان اندھا ہے۔ اس سے روشنی کہاں سے حاصل ہو اس لئے جب تک انسان گیان کی طرف نہیں بڑھتا۔ اُسے شانتی ملنی ناممکن ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دُنیا اگیان کی طرف کیسے بڑھ رہی ہے! جبکہ آج سائنس انتہائی ترقی پر ہے۔ آجکل انسان چاند اور ستاروں پر پہونچنے کے خواب لے رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب انسان اکاش کے پُر اسرار پردوں کو پھاڑ دے گا۔ یہ سب کچھ درست ہے۔ آج سائنس عروج پر ہے۔ نت نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ اس کی بدولت دُنیا میں طرح طرح کے عیش و آرام کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ پھر بھی آج کا انسان ہراش و نراش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کی تعلیم نے ہمیں مادہ پرست بنا دیا ہے۔ ہماری نظر فکر مادے سے پرے کہیں جاتی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شانتی جیسی چیز کو جو ہمارے اپنے اندر ہے مادے میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ مادہ جڑ ہے۔ اس میں اپنی کوئی طاقت نہیں ہے خود کسی طاقت کے زیر اثر قائم ہے۔ جو چیز خود کسی کی غلام ہو۔ وہ بھلا کسی کو کیا آزادی (شانتی) دے سکتی ہے۔ اس لئے مادہ پرستی شانتی کا کارن نہیں بن سکتی۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہ لے لیا جاوے۔ کہ مادے کا وجود ہی فضول ہے۔ دُنیا میں پرماتما نے کوئی چیز بھی فضول پیدا نہیں کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب ہم کسی شے کو غلط طریقے سے استعمال میں لاتے ہیں تو ہمیں دکھ پہنچاتی ہے۔ لہٰذا ہم اُسے ناقص یا فضول تصور کر بیٹھتے ہیں۔ دراصل قصور ہماری عقل کا ہے۔ بنانے والے نے ہر چیز اپنی جگہ نہایت مکمل اور فائدہ مند بنائی ہے۔ لہٰذا قصور مادے کا نہیں ہمارا اپنا ہے۔

جب تک اُس پرم پتا پرماتما کی آپار کرپا سے انسان اپنے آپ کو نہیں جان لیتا اُسے دُنیا کی اصلیت کا پتہ نہیں لگتا۔ اور وہ دُنیا کی کسی بھی چیز سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اُسے ہر شے سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے حالات اس بات کے شاہد ہیں۔

دُنیا کے امیر ملکوں میں عیش و عشرت کی کونسی شے میسّر نہیں پھر بھی اُن ملکوں کے انسان اپنے اندر ایک زبردست خلا محسوس کر رہے ہیں۔ اُن کی نت نئی شادیاں۔ نت نئی پوشاکیں اور نت نئی خوراکیں اُنکے دل کی آئینہ دار ہیں کہ وہ بے قرار ہیں۔ اور وہ ان چیزوں میں قرار کیلئے بھٹک رہے ہیں۔ مگر قرار نہیں ملتا۔ آخر قرار کی حسرت ہی لئے لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ⁘ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اب جب ہم نے غور کر لیا کہ شانتی دُنیا کی کسی شے میں نہیں تو من وچار کرنے لگ جاتا ہے کہ شانتی پھر ہے کہاں؟

ہمارے مہاپرش ہمارے لئے یہ سوال حل کرکے چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں صرف اُس کی طرف متوجہ ہو کر سمجھنا ہے۔ مگر بدبختی سمجھئے کہ ہم اس سوال کا حل آج کی کتب میں جنکی بنیاد مادہ پرستی پر رکھی گئی ہے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابھی اوٹ پٹانگ کتابیں پڑھ پڑھ کر اپنے آپ کو گمراہ کر لیا ہے

آؤ اگر پرماتما کی اپار کرپا سے ہمارے اچھے سنسکار جاگ اُٹھے ہیں اور ہمارا جیون ساتوک ہوتا جا رہا ہے۔ تو ہم اُس گرنتھ کو دیکھیں جس میں ہماری زندگی کے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ وہ گرنتھ ہے۔ شریمد بھگوت گیتا۔

گیتا ہماری زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو کھولتی ہوئی گاتی ہے کہ اے خوشی کے متلاشی انسان خوشی تمہارے اندر ہے۔ اُسے باہر مت ڈھونڈ۔ اور اس شاعر کی طرح اندر جھک کر دیکھ۔ جو کہتا ہے۔

آئینہ دل میں ہے تصویر یار ؎ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مگر یہ دیکھئے یہ تصویر یوں نظر نہیں آئے گی۔ کیونکہ جس آئینہ میں یہ تصویر رکھی ہے۔ وہ تو کام۔ کرودھ۔ موہ۔ لوبھ اور اہنکار کے گرد و غبار سے اٹا پڑا ہے۔ لہٰذا پہلے آئینہ دل سے یہ گرد ہٹانی پڑے گی۔ اس کے بغیر کام بنے گا نہیں۔ آؤ گرد ہٹائیں۔ اور واصل ہو جائیں اُس پرنور تصویر سے جسکے لئے ہم مدت سے تڑپ رہے ہیں۔ مگر خبردار گرد ہٹانے کا بھی کوئی طریقہ ہے قاعدہ ہے۔ اگر ہم بغیر طریقے اور قاعدہ کے صفائی کا کام شروع کر دیں گے تو ہم خود اس گرد و غبار میں اس طرح اٹ جائیں گے۔ کہ بھاگتے ہی بنے گی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے اس گرد کی اصلیت کو جان لیں۔ کیسے جائیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ گیتا ہر مسئلہ پر ہماری رہبری کرتی ہے۔ ذرا اُسے رہبر بناؤ۔ اور پھر دیکھو نظارہ۔

ارجن نے بھگوان کرشن کو رہبر بنایا تھا تو گیتا نے جنم لیا تھا۔ اور یہی گیتا آجتک ہماری رہبری کرتی چلی آ رہی ہے ارجن نے زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو سمجھنے کے لئے بھگوان کرشن پر طرح طرح کے سوال کئے تھے۔ لہٰذا بھگوان کرشن ارجن کو سمجھاتے سمجھاتے جب چودھویں ادھیائے پر پہنچتے ہیں تو چودھویں کا چاند بن کر چودہ طبق روشن کر دیتے ہیں۔ اور ارجن سے یوں گل افشاں ہوتے ہیں۔

پھر ارجن سے بھگوان بولے کرشن ؎ جو گیانوں کا گیان ہے سن اس کے گن

منی جس کو یہ گیان حاصل ہوا ؎ کمال فضیلت کو واصل ہوا

اس کے بعد بھگوان مایا کا اپریشن کرتے ہیں اور ہمیں اس کی رگ رگ سے واقف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم مایا کے جال میں نہ پھنس جائیں۔ اب بھگوان مایا کی اندرونی تصویر دکھا رہے ہیں۔ سہ

نمودار مایا سے ہوں تین گن ؎ ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن یہ سن

ہے لافنا روح تن میں مکیں ؎ یہ قید گن کرتے ہیں۔ اس کو وہیں

لیجئے جس نے بھی یہ راز سمجھ لیا۔ اُسے کوئی بھی آنند سے ہمکنار ہونے سے نہیں روک سکتا۔ آؤ ذرا ہم گیتا جی کی کرپا سے اس راز کو اور کھولیں۔ اور ان گنوں کی خاصیت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ تاکہ من کی صفائی میں کسی قسم کی اڑچن نہ ہو۔

(۱) تموگن :۔ ہر گن ہستی کو نیستی کی طرف لے جانے والا ہے۔ لہٰذا اس میں کاہلی۔ سستی۔ غفلت اور خودغرضی کا گندہ مواد بھرا پڑا ہے۔ جس سے لوبھ اور موہ پیدا ہوتا ہے۔

رجوگن۔ یہ ہستی میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس میں ہلچل اور بےچینی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس میں کام۔

کرودھ ۔ اور اہنکار کی آگ چھپی ہوئی ہے۔

ستوگن ۔ جیسا کہ اس کا نام ہے۔ اوپر کے دونوں گنوں کے اُلٹ ہے اس لئے اس میں گیان اور آنند کا خزانہ مضمر ہے۔

اب جب ہمیں دُنیا کی اصلیت کا پتہ چل گیا، اور سمجھ گئے کہ دُنیا کی ہر شئے میں یہ تینوں گُن کام کر رہے ہیں۔ تو شانتی کی راہ اور صاف ہوگئی۔ ہم دو قدم آگے بڑھے اور سوچنے لگے۔ کہ واقعی بھگوان کا فرمان درست ہے۔ لیکن ہم تو ہر روز پر کرتی سے تموگن اور رجوگن زیادہ اپنے اندر کھینچتے ہیں۔ اور اُمید کرتے ہیں شانتی کی۔ آہ کتنی بھول ہے۔

کیا ہم خوراک کے ذریعے اپنے اندر زیادہ مقدار میں تموگن اور رجوگن نہیں کھینچتے۔ آج ہماری خوراک کیا ہے؟ انڈے گوشت۔ شراب اور منشی اشیا۔ شاستر کہتا ہے کہ ان اشیا میں تموگن بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس کا نام شاستر نے تامسک بھوجن رکھا ہے۔ اور جو لوگ ان اشیا کا سیون نہیں کرتے وہ نہایت چٹ پٹی اور مصالحہ دار کھاتے کے عادی ہیں۔ شاستر کہتا ہے یہ راجسک بھوجن ہے۔

اب ثابت ہوگیا کہ اوپر کے دونوں طریقوں کی خوراک ہمارے اندر رجوگن اور تموگن پردھان کرتی ہے۔ کیا رجوگن اور تموگن میں شانتی ہے؟ نہیں تو پھر ہم کیوں کھاتے ہیں۔ اس کا جواب صرف یہی ہوسکتا ہے اگیان کے کارن سے۔

اب وچاروں کو لو۔ جب ہمارا پالن پوشن تامسک اور راجسک خوراکوں سے کیا گیا تو ضروری ہے کہ ہمیں وچار بھی ویسے ہی ملیں گے۔ کیونکہ ذات کو ذات پیاری ہوتی ہے۔ پھر ہمارے گھروں کا ماحول بھی تو اچھا نہیں۔ ہر وقت راجسک اور تامسک خیالات کا اکھاڑہ بنا رہتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ آج ہمیں گندے ناول۔ فحش فلمیں اور گندی سوسائٹی اچھی لگتی ہے۔ خوراک سے جب رجوگن اور تموگن جب پردھان ہوئے تو خیالات نے اسے اور مضبوط بنا دیا اس لئے۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

شانتی کے مارگ پر بڑھنے والو اپنی خوراک اور وچار درست کرو۔ مگر کیسے؟ ست شاستر سے ست سنگ سے۔ اسی میں خوشی کا راز مضمر ہے۔ (اوم شم)

ہندو دھرم درپن

مصنّفہ رائے صاحب لالہ ہرگوبند جی ریٹائرڈ پی سی ایس

یہ دھرم پستک 189 مضامین کا مجموعہ ہے۔ اور 256 صفحات پر مشتمل ہے۔ دھرم اور فرض ماہیت دھرم۔ اوتاروں کا مقصد۔ ورن آشرم دھرم۔ استری دھرم۔ مسئلہ کرم۔ یعنی تقدیر پتی اور پتنی کا دھرم۔ موجودہ تعلیم کے نقائص آخری عمر کا استعمال۔ حکومت کے فرائض۔ امیر و غریب۔ وغیرہ وغیرہ ایسے لاجواب مضامین ہیں کہ ہر ہندو کہلانے والے شخص کو انہیں ضرور پڑھنا چاہیے کتاب اعلیٰ 28 پونڈ سفید کاغذ پر چھپی ہوئی ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ قیمت لاگت کے مطابق صرف دو روپیہ ڈاک خرچ 85 پیسہ علاوہ

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۶

دولت کا بہترین استعمال ہی نجات ہے

از قلم رائے صاحب لالہ ہرگوبند جی ریٹائرڈ ڈپی سی ایس

امیری ہے خود غرض ہونے کا نام ؎ اگر اُس میں ہو غرض اپنی تمام
نہ ہو اس میں اگر دوسروں کا خیال ؎ تو ایسی امیری ہے جان وبال
جو ہوتے ہیں اوروں کے سر پر امیر ؎ ہیں لاریب حرص و ہوا کے اسیر
مگر جن کو دیتا ہے دولت خدا ؎ تو ہے ساتھ ہی اُن کو دیتا سخا
سخی غرض ہیں اُس کے اپنے منیم ؎ وگرنہ ہیں کفران نعمت لئیم
جو دیکھیں کہیں مالدار و بخیل ؎ تو ہے اسکی ذلت کی گویا دلیل
اگرچہ کفایت ہے نیکی کی راہ ؎ کفایت سخاوت بنا ہے گناہ
مصیبت ہے اسکے لئے اس کا زر ؎ کہ ہے اس کا زر مفت کا دردِ سر
تراشیں نہ گر بیل انگور کی ؎ تو انگور میں پھل نہ آوے کبھی
جو چاہے کہ لے اپنی دولت بچا ؎ تو دل سے کرے دھرم وکرم و سخا
وگرنہ ہے ساری فضا چار دن ؎ جواں ہو یا ہو بادشاہ یا مسکین
خزانے میں بھرتے ہیں جو مال و زر ؎ نہیں اُس کی پتھر سے بہتر قدر
جو نہی پڑتی ہے اس کی قیمت کہیں ؎ نکل جاتا ہاتھوں سے ہے وہ وہیں
یہی گویا اس بات کی ہے دلیل ؎ یونہی پھولتے زر پہ ہیں سب بخیل
یہ گیتا میں اس واسطے ہے کہا ؎ گیانی کو ہے سنگ و زر ایک سا
نہ تھا باپ کے پاس گو مال و زر ؎ لیا اس نے صندوق پتھر سے بھر
جو لڑکوں نے دیکھی یہ اسکی سنبھال ؎ تو سمجھے کہ اسمیں ہے سب مال و تال
تو ڈالا وہیں مار کر باپ کو ؎ چھپانا تھا مشکل مگر پاپ کو
اسی طور سے سارے سرمایہ دار ؎ کسی نہ کسی فکر کا ہیں شکار
ہے اُن سے میری التجا بار بار ؎ بڑھائیں نہ دولت سے اتنا پیار

کیا کھویا کیا پایا

از۔
ہنری ہرچندجی خوشدل
ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی

بسمارک۔ جرمنی کا وزیراعظم۔ ۳۰ برس تک۔ محض دستانوں اور لوہے کے ہاتھوں سے۔ سارے یورپ میں اپنی شاطرانہ مکارانہ اور عیارانہ طریقوں سے زندہ مانا رہا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جمہوریت۔ پارلیمنٹ۔ کثرت رائے سے فیصلے سب ڈھکوسلے ہیں۔ وہ شخص جس سے ۳۰ برس تک سارا یورپ تھر تھراتا رہا۔ ایکدن بیک بینی و دوگوش وزارت کی گدی سے ہٹا دیا گیا اسے اپنے سرکاری کوارٹر میں اپنا سامان سمیٹنے کی بھی پوری مہلت نہ دیگئی اور غضب خدا کا اُسے گدی چھوڑ کر اپنے گاؤں میں چلے جانے کے بعد اس کی گیارہ دن کی تنخواہ بھی کاٹ لی گئی۔ اس بنا پر کہ وہ زیادہ لے جا چکا ہے۔ یورپ کے اس آہنی مرد کو کیا معلوم تھا کہ جو چُپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا۔

نپولین۔ اٹلی کے جزیرہ کارسیکا کے ایک ادنیٰ سپاہی کا بیٹا۔ سپاہی سے جرنیل اور پھر جرنیل سے شاہ فرانس ہوا۔ برسوں تک یورپ کی حکومتیں اس کے نام تک سے کانپ اٹھتی رہیں۔ وہ شخص جس کی لغت میں ناممکن کا لفظ تک نہ تھا۔ آخر واٹرلو کے میدان جنگ میں ۱۸۱۵ء میں انگریزوں سے شکست کھا گیا۔ چھ برس سینٹ ہلینا کے جزیرہ میں قید رہ کر مر گیا۔

ہندوستان پر دولت کے لالچ میں اگر سترہ بار حملہ کرنے والا محمود غزنوی ہندوستان کی دولت اونٹوں پر لاد کر لے گیا مرنے سے پہلے اس نے حسرت بھری نگاہوں سے ہند کی لُوٹی ہوئی دولت کو دیکھا۔ اور سوچا ہائے جس دھن دولت کے لئے ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگے اُسے چھوڑ کر جا رہا ہے۔ کیا سبھی صدمے اُٹھائے تھے اسی دن کیلئے۔ جو مجھ سے بدلے بھی لئے مالک نے گن گن کے لئے۔

اور سکندر ..... سکندر نہیں ..... سکندر اعظم ..... فاتح عالم ..... وہ کہ پاؤں تھرتھراتے تھے جس کے سامنے جانے ہوئے۔ وہ مرا تو کہ ہاتھ خالی کفن سے باہر تھے۔

مسولینی ..... اٹلی کا ڈکٹیٹر ..... جرمنی کے ہٹلر کا دست راست ..... دوسری جنگ عظیم میں جنہوں نے دنیا کی عظیم طاقتوں تک کو بھی اضطراب کی حالت میں رکھا ..... کیا کیا انہوں نے ستم ڈھائے نہ ہونگے ..... دنیا بھر کی حکومت کا خواب دیکھنے والے ..... دونوں کے دونوں چل بسے ..... ہٹلر غائب ہوا یا خودکشی کر گیا ..... خدا جانے مگر مسولینی ذلیل و خوار ہوا اور گولیوں کی باڑھ سے مارا گیا لاش خاک و خوں میں تڑپتی رہی کسی نے پوچھا تک نہیں۔

ایران کا گڈریا ..... نادر۔ نادر خاں اور پھر نادر شاہ ..... ہندوستان پر حملہ آور ہوا ..... 54 کروڑ 3 لاکھ 65 ہزار روپیہ نقد لوٹ کر اور شاہجہان کا ہیرے موتیوں والا تخت طاؤس اس کے علاوہ اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ ہند کو برسوں تک مفلسی اور کنگالی میں بے یار و مددگار بلکتا ہوا چھوڑ کر ..... قتل عام میں ہزاروں کے خون میں نہا کر آخر ایران پہنچا ..... آغاز کتنا شاندار انجام ..... اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں لات کو مارا گیا ..... کاش ..... وہ ظلم کرنے سے پہلے اس کا انجام بھی سوچ لیتا۔

تاج محل کا خالق ..... معمار بادشاہ ..... تخت طاؤس کو زینت بخشنے والا ..... گدی سے اُتار دیا گیا ..... قید خانے میں

چھ سال پڑا رہا ... بڑے بیٹے کو ذلت آمیز موت سے بچا نہ سکا ... پانی کا برتن ٹوٹ جانے پر پانی کو ترستا رہا اور اُن ہندوؤں کی تعریف کرتا رہا جو مُردوں تک کو پانی دیتے ہیں ... ایک بیٹی خدمت کو حاضر رہی ... بیٹے کے حکم سے وہ کھڑکی بھی بند کرا دی گئی جس میں سے تاج محل پر نگاہ ڈال لیا کرتا تھا۔ شاہجہاں کی یہ بے بسی یہ بے کسی درس عبرت دے رہی ہے ..... ؏ نظرا اُٹھی جے کرے شینہاں کھا جراوندا۔ شاہاں بھیک منگاوندا۔ بھاک منگیاں خیر نہ پاوندا۔

بیر ہراگی کو ذلیل کیا گیا۔ اُس کا جلوس نکالا گیا ... اُس کے ساتھیوں کے سر قلم کئے گئے۔ اسکی بوٹی بوٹی تک گرم چمٹے سے کاٹی گئی ... فرخ سیر دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا لیکن خود فرخ سیر کا حشر! ... سید بھائیوں کی سازش کا شکار ہوا جان بچانے کے لئے حرم کو بھاگا ... محل کے اندر سے گھسیٹ کر لایا گیا ... بازار میں قتل ہوا ... لاش خدا جانے کہاں گئی ... قدرت کے رنگ ...

بہادر شاہ ... ظفر ... فاتح ... مغلیہ سلطنت کا آخری تاجدار ... ہار گیا ... قید ہوا ... رنگون جلاوطن کیا گیا جہاں اس کے پریوار کے کچھ ممبر ساتھ رہے ... مرنے کے بعد ایک کچی قبر میں ایک بیری کے درخت کے نیچے دفنایا گیا ... کہاں بابر جس نے بزورِ شمشیر ہندوستان پہ حکومت کی۔ اور کہاں خاندان تیموریہ کا آخری چراغ ... بے بسی اور بے کسی کی دردناک تصویر .....

دُنیا کی تاریخ ایسی ہزاروں داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ راون کنس دریودھن جراسندھ کن کن کا ذکر کریں ... اے انسان تو نے ان سب کے آغاز اور انجام دیکھے ... عروج بھی اور زوال بھی ... کیا تو نے ان سے کچھ سبق حاصل کیا ... نہیں ... کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھتا ہے کہ بلی چلی گئی۔ موت کا نقارہ ہر گھڑی تیرے سر پر بج رہا ہے ... نادان ... دُنیا کے سب مسافر ایک ایک کر کے دوسری دُنیا کو جا رہے ہیں اور تو ابھی تک پاگلوں کے بہشت میں بیٹھا اس وہم و گمان میں مبتلا ہے کہ ترا قیام تو مستقل ہے۔ ؏ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں ... دولت۔ اقتدار اور جوانی کے نشہ میں بھولنے والے ... غریبوں۔ بے بسوں اور اپنے قابو میں آئے ہوئے خدا کے بندوں پر ناجائز ستم ڈھانے والے انسان ... اُن بڑی بڑی ہستیوں کا انجام دیکھ اُس سے سبق حاصل کر ... وہ نہ رہے تو تو کس کھیت کی مولی ہے، ہیچو ما دیگرے نیست کی مثال سامنے رکھنے والے بشر اپنے اعمال نامہ پر نگاہ ڈال ... ہر رات کو سونے سے پہلے اپنی پڑتال آپ کر ... کیا کھویا کیا پایا ... بہی کھاتہ دیکھ ... زندگی کے اس دور میں ... کتنی نیکی کی کتنی بدی ... نفع کتنا رہا نقصان کتنا ... یاد رکھ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ... جب تک شیشۂ دل صاف نہ ہو اس میں بھگوان کے درشن نہیں ہو سکتے ... تیری ظاہر داری کی بھگتی۔ پوجا پاٹھ ... دان پُن ... آڈمبر ... تیرے گناہوں پر پردہ ڈال سکتے ہیں لیکن تجھے اُنکی سزا سے بچا نہیں سکتے ... قدرت کی چکی آہستہ چلتی ہے۔ اور پیس کر رکھ دیتی ہے ... کرنی کا پھل اوتاروں تک کو بھوگنا پڑا تو اُن سے کیسے بچ سکتا ہے؟ ..... نیکی کا بدلہ نیکی اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ... ہر کہ خدمت کردہ او مخدوم شد خلق خدا کی صدق دلی سے نشکام نِس سوارتھ سیوا سے بڑھ کر اور کوئی سیوا نہیں اور بھگوان تک پہنچنے کیلئے یہی سب سے اُتم مارگ ہے۔ تو محلوں میں 36 پرکار کے بھوجن کر کے گدیلوں پر لیٹے ... موٹروں پر سیر کرے ... تیرے کتے تک بسکٹ کھائیں اور تیرا غریب پڑوسی بھوک سے بلبلاتا ہوا ... سردی میں ٹھٹھر کر ... ہزاروں ٹھوکریں کھا کر ... ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرے اور تو نشۂ دولت میں سرشار شہرت کا بھوکا بھگتی کا ڈھونگ رچاتا پھرے ... مکار فرشتے ... بھگوان کو ٹھگتا ہے ... ؟ تجھے معلوم ہے؟

؏ دل بدست آور کہ حج اکبر است۔ از ہزار کعبہ یک دل بہتر است ... اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر سچ بتا کیا کبھی تو نے! ؏ دُعائیں لیں غریبوں کی ... کیا دل ٹھنڈا کر دردمندوں کا ..... ؟ نہیں ؟ تو پھر کیا تو سمجھتا ہے کہ تجھ پر تیرے مرنے کے بعد بہشت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور فرشتے تیرے استقبال کو دوڑے آئیں گے ... سراسر غلط ... ہوش میں آ ... وقت کی پکار ہیں ... دان پن بھگتی۔ کیرتن ہون یگیہ تب سب صحیح اور بجا لیکن اگر ان کے ساتھ ساتھ تیرے دل میں غریبوں۔ مظلوموں۔ ابلاؤں اناتھوں۔ بوڑھوں۔ اپاہجوں ... دردمندوں ... ضرورتمندوں کے لئے پریم اور پیار کے جذبات

جاگ اٹھیں اور تو انکی حتی الامکان سچے دل سے سیوا کرکے اُن کے دُکھ درد کو ذرا بھی گھٹا کر ان کے دلوں سے دُعائیں لے سکے تو پھر سونے پر سہاگہ ہو جائے۔ ... آ میرے دوست ... تو بھی اس راستہ پر چل اور میرے لئے بھی دُعا کر کہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہوں، خود بھی اس پر عمل کرسکوں کیونکہ کہنا آسان ہے کرنا مشکل ہے۔ ... من آنم کہ من دانم ...... اپنے گناہوں کو مَیں ہی زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں ... کبھی کبھی کام کرودھ۔ لوبھ موہ اور اہنکار کے قابو میں آکر میں بھی ایسی حماقتیں کر بیٹھا ہوں جن پر میرا ضمیر مجھ پر ہزار ہزار لعنت بھیجتا ہے۔ ... بھگوان مجھے اور آپ سبکو ستیہ مارگ پر چلنے کی شکتی دیں۔ ....

آزادئ ہند

از شری روشن پٹیالوی۔ بی اے

خواہشات بموقعہ جشن سعید۔ آزادئ ہند

نمودِ جوششِ ذوقِ عمل کی ہو تجدید
جمودِ طبع کی ہو جائے کاش مٹی پلید

اصولِ خیرسگالی کی سب کریں تائید
خیالِ نفرت و شر کی ہے خود بخود تردید

خمارِ بادۂ غفلت ہے بے حسی کا ثبوت
ہے زندگی کی اُفق انقلاب کی تمہید

بسر ہو خدمتِ قومی میں زندگی سب کی
مفادِ قوم کی خاطر ہوں اہلِ قوم شہید

کنارا کرکے شرارت پسند لوگوں سے
بنائیں دُنیا نئی ایک اور قابلِ دید

بروں کے سایۂ بد تک سے ہم کریں پرہیز
جو نیک شخص ہیں بن جائیں کاش انکے مرید

رہیں ہمیشہ بھلائی ہی کیطرف راغب
کریں نہ کام کوئی جو ہو راستی سے بعید

فلاح قوم کی ہو آگ سب کے سینے میں
ہے سوزِ دل سے عرقِ زندگی کا خوب کشید

ہمیں پسند نہ آئیں کبھی بُری باتیں
ہمیشہ نیک اصولوں کی ہم کریں تقلید

نہ آئے دلمیں بُرا کوئی بھی خیال کبھی
خیالِ خدمتِ علم و ادب سے ہو تنقید

ہو یُٹھ کے جیسکو ہر اک شخص بے خود و سرمست
کتابِ دل کی لکھیں ایسی پُر اثر تمہید

مُرادیں دل کی ملیں گی تو راستبازی سے
ہے کامیابی کی دُنیا میں اک یہی تو کلید

ہر ایک قوم کے افراد میں ہو باہم ربط
پیام باہمی الفت کا دے یہ روزِ سعید

چراغِ عیش و مسرت وطن میں روشن ہو
ہر ایک ہندی خوشی سے منائے جشن سعید

قسط سوئم

چار آریہ ستیہ

از پروفیسر نرمل چندرجی

(3) زندگی کی تیسری عظیم سچائی یہ ہے کہ خودغرضانہ تمناؤں کو چھوڑنے سے (دُکھ نرودھ) دکھ سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ تمام خودغرضانہ خواہشات کا خاتمہ ہونے پر لازمی طور سے دکھوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ ہرایک خودغرضانہ خواہش کسی نہ کسی حاجت سے اُٹھتی ہے۔ اور جب تک حاجت پوری نہ ہو دُکھ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ پوری بھی ہوجائے۔ تو بھی یہ حالت دیرپا نہیں ہوتی۔ حاجت روائی کی تسلی ہی نئی حاجات اور اس لئے نئے غموں کو پیدا کرتی ہے! ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں کبھی نہ پوری ہونے والی ہزارہا خواہشات پائی جاتی ہیں۔ اس ترشنا (پیاس) کو چھوڑے بغیر غم کا خاتمہ کیسے ہوسکتا ہے۔؟

خودغرضانہ خواہشات کا پورا ہونا ان خواہشات کا خاتمہ کرنے کی بجائے انہیں آگ پر تیل کا کام کرتا ہے۔ واسنا پورتی یا بُھشتے بھوگ سے کبھی ترپتی نہیں ہوسکتی۔

دُنیا میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ (۱) دانا۔ جو دوسروں کے تجربوں سے ہی سبق سیکھ لیتے ہیں۔ اور دُکھ کو اپنے پاس آنے کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ (۲) نیم دانا۔ جو اپنے تجربے سے سبق لے کر آئندہ کے لئے دُکھ سے بچ جاتے ہیں۔ (3) مورکھ۔ جو اپنے تجربہ سے بھی نہیں سیکھتے۔ اور اپنے دُکھ کو لگاتار بڑھائے چلے جاتے ہیں، اس قسم کے لوگ کبھی زندہ نجات حاصل نہیں کرسکتے۔

مہاتما بدھ نے نجات بعد از ممات کا وعدہ کرنے کی بجائے موت سے پہلے ہی اب اور یہاں نجات کا صاف اور سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اور نہ ہی مہاتما جی نے کسی کو نجات دینے یا دلوانے کا وعدہ کیا ہے۔ ان کی تعلیم تو خود اعتمادی۔ خودکوشی اور خودضبطی اور خود آگہی کی ہے۔ وہ اپنے آپ تیرنے کا سبق دیتے ہیں۔ کسی سے سنسار ساگر سے پار کرنے کا وعدہ نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی مستند تصنیف "دھم پد" میں یہ تعلیم دی ہے۔

ہم جو کچھ بھی ہیں وہ پچھلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ یہ ہمارے خیالات پر مبنی اُن سے ہی بنا ہے۔ "انسان خود ہی بُرائی کرتا ہے اور خود ہی دُکھی ہوتا ہے۔ خود ہی بدی کو ترک کرتا اور خود ہی پاکیزہ ہوتا ہے۔ پاکیزگی اور ناپاکیزگی کا تعلق اپنے آپ سے ہے کوئی دوسرا کسی کو پاکیزہ نہیں بنا سکتا۔

"تمہیں خود ہی اپنے لئے کوشش کرنا ہوگی۔ بدھ لوگ تو صرف اپدیش کرنے والے ہی ہیں۔ وہی متفکر لوگ جو اس مارگ پر خود چلتے ہیں۔ پاپ کے بندھن سے مکت ہوجاتے ہیں۔

جو شخص خود بخود نہیں اُٹھتا۔ جبکہ اُٹھنے کا وقت ہے۔ جو جوان اور مضبوط ہوتا ہوا بھی سست ہے۔ جس کی ارادت اور خیالات کمزور ہیں۔ وہ کاہل اور سست آدمی کبھی روشن ضمیری نہ حاصل کر پائے گا۔" سخت محنت ہی راہ بقا ہے۔ کاہلی موت کی طرف لے جاتی ہے سست لوگ جیتے جی ہی مردہ ہیں۔" اے آنند۔ اپنے لئے آپ ہی لمپ ہوجاؤ۔ اپنے ہی پناہ گیر ہو۔ دھرم کو چراغ کی مانند مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ دھرم کو ہی اپنی پناہ گاہ یقین کرو۔ اور اپنے سوا کسی اور کی پناہ مت لو۔"

مہاتما بدھ نے کبھی پناہ گیری۔ دُعا۔ مناجات۔ خوشامد۔ حمد سرائی کی تعلیم نہیں دی۔ ان کے مطابق انسان کو اپنا کرم ہی ڈوبتا اور پار کرتا ہے۔ اور کرم کا پھل دینے یا بخشنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ کرم خود ہی اپنی صفت اور نوعیت کے

مطابق عمل لاتا ہے اٹل روپ سے۔ اور اس میں سفارش یا شفاعت کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔

(٤) زندگی کی چوتھی حقیقت شریفہ۔ ہشت گانہ اشٹانگ مارگ ہے جس پر چل کر انسان خود غرضانہ خواہشات سے نجات پاکر دکھ سے پوری اجازت حاصل کر سکتا ہے جس نے دھرم کی گدائی کو پالیا ہے۔ وہ راہ راست پر چل کر یقیناً نجات پائے گا۔

ان چار بڑی سچائیوں کو بدھ دھرم کے بنیادی اصول کہا جا سکتا ہے مگر انہیں مسائل کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ کہ انہیں بلا تحقیق قبول کیا جائے۔ مسئلہ پرستی جو تحقیقات کرنے سے روکتی ہے۔ زندگی کی تکمیل کا ذریعہ ہونے کی بجائے جگیاسو کو اپنے فرض کی پابندی اور صحیح راستہ پر چلنے میں مانع ہوگی۔

مہاتما بدھ نے کبھی نہیں کہا۔ کہ تحقیق نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا تو سالک کو ایسے مقام پر لے جائے گا۔ جہاں نہ سورج چاند ہیں اور نہ آسمان ایک ایسے گڑھے کی طرف جس میں انتہائی ٹھنڈک۔ ویرانی۔ بنجرپن اور ابدی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسرے پہلو پر پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ وہ تعلیم بدھ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ جو عقل کے مطابق نہیں ہے۔ اور جس کا امتحان کھوج کی خشک روشنی میں نہیں کیا جا سکتا۔ دھرم اور مذہبی اسناد ٹکٹے نہیں رہ سکتے۔ بدھ دھرم سکھاتا ہے کہ ہر فرد بشر اپنا آپ معمار اور نجات دہندہ ہے۔ یہ ایک بچگانہ خیال ہے کہ انسانی عقل و فہم سے باہر مذہبی سند بھی کوئی روحانی وقار و قیمت رکھ سکتی ہے۔ بدھ دھرم کا مقصد روشن ضمیری ہے۔ جو انسان کو اپنا دیپک اور یہم آپ ہونا سکھاتی ہے۔

(نوٹ) اس سے اگلی قسط میں مہاتما بدھ کے بتلائے ہوئے اشٹانگ مارگ کا ورنن کیا جائے گا۔)

ستیہ درشن

(مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی)

اگر اس کتاب کو جملہ اپنشدوں کا نچوڑ کہا جاوے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ روحانیت پر ایسی کتاب لکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اپنشدوں کے گہرے سے گہرے رازوں کو افشا کرنے کے نہایت دشوار اور غیر معمولی کام کو خوبی اور صراحت سے انجام دینا پروفیسر جیسے اہل دل اور عالم و باعمل مہاپرش کا حصہ ہے یہ روحانیت کا انمول تحفہ اعلیٰ ترین حقیقتوں اور سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر جینا سکھلاتا ہے۔ بلند خیالات کو دل و جان سے قربان ہونے والوں کیلئے اس کتاب کا ایک ایک فقرہ امرت کا گھونٹ ہے۔ اس کتاب کو فوراً خرید کر جس قدر فراخ دلی سے اس کا مطالعہ کرینگے اتنے ہی تمہارے روحانی خزانے بھرپور ہوں گے کتاب مجلد ہے۔ قیمت رعایتی ٢ دو روپے ہے۔ رجسٹری اور ڈاک خرچ 85 پیسہ زائد ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی ٦

سیتا جی کا پتی ورت دھرم پالن

(ٹھاکر لال سنگھ جی)

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
مہاراج مان لو کہنا جی، نہیں اودھ پوری میں رہنا جی　　دُکھ سُکھ سب سنگ میں سہنا جی جہاں رہیں پتی بھگوان
ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
پھل توڑ توڑ کے لاؤں جی سیوا میں بھینٹ چڑھاؤں جی　　جو بچے سو پیچھے کھاؤں جی، میں سدا جا کروں بیان
ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
جنگل میں مجھکو منگل ہے بِنا پتی شہر بھی جنگل ہے　　جہاں پتی وہاں پر منگل ہے بِنا پتی سورگ سنسان
ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
ایک لعل سنگھ یوں گاتے ہیں ہر گھڑی چرنوں میں سر ناتے ہیں　　پریتی کے ناطے آتے ہیں یہ جانے سکل جہان
ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

نوٹ :- یہ بھجن ٹھاکر لعل سنگھ جی ضلع مظفر نگر (اُتّر پردیش) والوں کا ہے۔ آپ ایک امیر راجپوت گھرانے کے سپوت تھے۔ ضلع انبالہ اور جالندھر کے علاقہ میں آپ بہت عرصہ تک نواس کرتے رہے۔ پولیٹیکل ورکر بھی تھے اور جنگ آزادی کے اندولن میں نمایاں حصہ لینے کے کارن جیل یاترا بھی کی۔ آپ ایک اعلیٰ پایہ کے معالج اور پرسدھ گائینہ چارج اور کوی بھی تھے۔ آخری ایام میں جالندھر شہر میں ریلوے لائن کے ساتھ اڈا ہوشیار پور ریلوے پھاٹک کے متصل یوگی راج آشرم میں نواس کرتے رہے۔ جالندھر میں آپ شری رتنا سوامی کے نام سے پرسدھ ہیں۔ اور آپکی سمادھی بھی اسی آشرم کے احاطہ میں بنی ہوئی ہے۔ سوامی جی سے راقم کو گاڑھا پریم تھا۔

تلسی رامائن مکمل باتصویر مجلد اردو سلیس زبان میں

سنت شرومنی بھگوان رام کے اننیہ بھگت جن کو ہنومان جی کی طفیل اس کلجگ میں بھگوان رام کے پرتکھش درشن ہوئے تھے۔ انہوں نے بھگوان کے چرتر کو غضب کی ہندی شاعری میں قلمبند کر کے ایشور بھگتوں کے لئے ایک ایسا ادبھت گرنتھ تیار کر کے رکھ دیا۔ کہ جب تک یہ سنسار قائم رہیگا۔ بھگت لوگ سنت تلسی داس کے اس انوپم اُپکار کو یاد کرتے رہیں گے۔ یہ ایسا گرنتھ ہے جسمیں ایک ایسے مہاپرش کی جیونی اور آدرش پیش کیا گیا ہے۔ جو کہ ہندو جاتی یا بھارت ورش کا رہنما ہی نہ تھا بلکہ رام روپ میں ساکھشات بھگوان وشنو (ایشور) تھے بھگوان نے انسانی جامہ پہن کر بھارت نواسیوں کو دھرم کی مریادہ

کا نمونہ پیش کیا۔ اگر انسان اس رامائن کا روزانہ پاٹھ کرے تو اس پر بھگوان کی خاص کرپا اور انوگرہ یقینی ہے۔ بھگوان اس پر پرسن ہو کر اس کو بھگتی دان دینگے۔ اور منش جنم سپھل ہوگا۔ تلسی رامائن کے ہندی شلوکوں کو اُردو میں لکھکر نیچے نہایت سرل زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ خوبصورت جلد میں ملبوس اور شاندار تصاویر سے مزین۔ قیمت ساڑھے دس روپے Rs.10-50 ڈاک خرچ 3/- روپیہ علاوہ

ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

رام بن باس

شری ستیہ پرکاش مہتاب لیپروری مصنف "بقعۂ نور" و مترجم گیتا ہندوستانی نظم میں"۔

(بغیر فارسی عطف و اضافت کے)

پتہ جب لگا رام بن باس کا ⁂ ہوا ہر طرف ایک ماتم بپا
تھا ہر شخص رو رو کے یہ کہہ رہا ⁂ کہ ہونا تھا کیا؟ اور کیا ہو گیا
ستم پر ستم غم پہ غم ہیں دیئے
ہیں گن گن کے بدلے فلک نے لئے

جونہی باپ سے رام رخصت ہوا ⁂ اجازت کو پھر پاس ماں کے گیا
تھا ہر بار رہ رہ کے یہ سوچتا ⁂ اگر ماں نے دیکھا مجھے غمزدہ
اُسے غم پہ غم ہوں گے پھر بے شمار
کہیں غم سے ہو دیدۂ جاں سوگوار

یہ دیکھا کہ ماں غم میں ڈوبی ہوئی ⁂ مقدّر کو رہ رہ کے تھی کوستی
وہ بھر بھر کے آہیں تھی یہ کہہ رہی ⁂ یہ اندھی ہے بھگوان دُنیا تیری
یہ ہونا تھا کیا اور کیا ہو گیا
مقدر ہمارا کہاں سو گیا

بڑے پیار سے ماں پہ ڈالی نظر ⁂ وہ تصویر تھی یاس کی سر بسر
کہا رام نے غم ہے کیوں اسقدر؟ ⁂ ہیں کیوں آپ خود سے بھی یوں بے خبر
غم اور رنج سے کیوں پریشان ہیں آپ؟
سبب کیا ہے؟ کیوں اتنے حیران ہیں آپ؟

پریشاں نظر بال بکھرے ہوئے ؛ نمایاں ہیں رنج اور غم کس لیے؟
نہیں وقت رونے کا یہ دیکھئے ؛ مقدر کو ہیں آپ کیوں کوستے

زمانے کا چکر یہ چلے گا ضرور
نہیں کیکئی کا ذرا بھی قصور

نہ مانا کہا میں نے گر باپ کا ؛ بُرا سب کہیں گے مجھے برملا
بھرے مُنہ پہ تھوکے گا چھوٹا بڑا ؛ کہے گی یہ دُنیا مجھے بے حیا

خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے
بشر کو یہ پڑتے ہیں سب بھوگنے

سُنی ماں نے بیٹے کی جب داستاں ؛ بڑھے غم پہ غم اور مایوسیاں
تڑپنے لگی غم سے پھر ناتواں ؛ نہ روکے سے اُسکے رُکی پھر زباں

الم کا پہاڑ ایک دم یوں پھٹا
نہ روکے سے پھر غم کا دریا رُکا

کڑک کر یہ ماں نے اُسے پھر کہا ؛ سبق یہ مجھے تو پڑھاتا ہے کیا؟
تجھے کیا خبر! کیا ہے سنتے ماننا؟ ؛ مجھے آج اپنوں نے دی ہے دغا

میں روتی نہیں تخت اور تاج کو
لگے آگ لگتی ہے گر راج کو

بنے کیوں یہ دشمن تری جان کے؟ ؛ ہیں جنگل میں کیوں یہ تجھے بھیجتے؟
ہیں اپنوں نے مل کر ستم یہ کیے ؛ بھرے دل میں غم کے جلائے دیئے

تجھے بھیجدوں... بن کی جانب پسر
نہ ہوگا تری ماں سے یہ بھول کر

تری جاں کی دشمن بنی کیکئی ؛ تجھے بن کے ناگن ہے وہ ڈس رہی
نہیں بات سُنتی کسی کی کوئی ؛ ہے بن باس پر تیرے بیٹا اڑی

جوانی کو تیری مٹاتی ہے وہ
تیرا داغ تجھکو دکھاتی ہے وہ

بس اب ضبط کی انتہا ہو چکی ؛ تجھے بن میں جانے نہ دونگی کبھی
نچھاور ہے تجھ پر مری زندگی ؛ بلا تجھ پہ آنے نہ دونگی کبھی

لگے آگ دُنیا میں اُس راج کو
جہاں ظلم ہو اور نہ انصاف ہو

پھرا گھر جو برباد ہیں کر رہے ؛ یہ بھوکے ہیں سب تخت اور تاج کے
یہ دھرم اور عزت کو ہیں کھو چکے ؛ نشے میں ہیں دولت کے سب کھو گئے

تڑپ کر یہ بیٹا رگھو ونش کا

رہیں گے یہ سنسار میں کیا سدا

گرے آسماں اب یہ دھرتی پھٹے ؎ ادھر کا یہ سورج اُدھر سے چڑھے
کوئی کل کا مرتا ابھی چل مرے ؎ چڑھا دیں یہ سولی پہ مل کر مجھے

اجازت نہ دوں گی تجھے میں کبھی
میں کھو دونگی رو رو کے یہ زندگی

اسی دن کی خاطر تھا پالا تجھے ؎ بڑھاپے میں دیگا مجھے دُکھ نئے
تُلا ہے مٹانے پہ گر یوں مجھے ؎ مرا پہلے خنجر سے سر کاٹ دے

رہوں گی نہ تجھ بن اکیلی یہاں
تڑپ اور سسک کر میں دیدونگی جاں

ستم پر ستم یہ جفا پر جفا ؎ کہاں میرے بھگوان تو سو گیا
یہی تیرا انصاف ہے کیا بتا ؎ ہوا بول بالا گنہگار کا

سُنے گا نہ فریاد کب تک مری
دوہائی ہے۔ بھگوان ترے نام کی!

اگر چھوڑ کر مجھکو بن چل دیا ؎ پھر آ کر نہ زندہ مجھے پائے گا
تجھے میری یاد آئے گی مامتا ؎ نہ ہمدرد ہوگا کوئی جب ترا

بڑھا غم یہ غم اور اُٹھے ولولے
نہ روکے تھمے بھی اُس کے آنسوؤں کے

ادھر جوش اک مامتا کا اُٹھا ؎ قدم ماں کا بیٹے کی جانب بڑھا
لیا اس نے بیٹے کو دل سے لگا ؎ تھا دلدوز عالم عجب یاس کا

اُمنڈ آئے آنسو سسکنے لگی
زباں سے نہ بیٹے کو کچھ کہہ سکی

یہ جب سُن چکے تو کہا رام نے ؎ ہیں بیکار غم سر بسر آپ کے
تقاضا ہے کیا؟ وقت کا سوچئے ؎ نہ حرف آئے کچھ نام پر باپ کے

کبھی ہیں بہاریں کبھی ہے خزاں
یہی ہیں زمانے کی نیرنگیاں

یہ دیکھا کہ ماں کھو چکی ہے قرار ؎ غم اور رنج سے زندگانی ہے بار
کہا رنگ دُنیا کے ہیں بے شُمار ؎ کبھی ہے خزاں تو کبھی ہے بہار

خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے
ہیں انساں کی قسمت میں دونوں لکھے

کوئی بھید مالک کے سمجھا نہیں ؎ خوشی ہے جہاں ہوگا ماتم وہیں
کہیں کوئی خوش ہے کوئی ہے حزیں ؎ کہ چکر بدلتی ہے کیا کیا زمیں

ہے کچھ مصلحت اس میں میری ضرور
نہیں اس میں کچھ کیکئی کا قصور

ہیں دُنیا کے غم اور خوشی عارضی ٭ ہے چکر نئے سے نیا ہر گھڑی
ہے اس میں بھی مالک کی کچھ بہتری ٭ بنایا مجھے شاہ سے شاہ جی

ہے ایسا کبھی آتا کبھی انقلاب
نہیں ہے تباہی کا جس کی جواب

مجھے ہر گھڑی ہے یہ غم کھا رہا ٭ نہ جھوٹا ہو وعدہ کہیں باپ کا
بھلا سال چودہ کا عرصہ ہے کیا ٭ ادھر آنکھ جھپکی اُدھر کٹے ہوا

بشر کو ہے لازم یہی دُمبدم
رضا پر رہے اُسکی وہ سر بہ خم

کہانی جو بیٹے کی ماں نے سُنی ٭ تو پھر رہ گئی وہ کھڑی کی کھڑی
ہر اک بات کو دل میں تھی سوچتی ٭ مگر کچھ زباں سے نہ وہ کہہ سکی

غرض اُس نے بیٹے کا مانا کہا
لیا سر کو چپکے سے اُس نے جھکا

ہند کی آزادی کی پہلی تحریک ۱857ء

شری ہری چند خوشدل ایم۔اے آریہ ہائر سکنڈری سکول لدھیانہ

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا جنم ہوا لوکمانیہ تلک نے سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے کا نعرہ لگا کر ہندوستانیوں کو جگایا۔ پھر گاندھی جی آئے۔ سنہ ۱۹۱۹ء ۔ ۱۹۳۰ء ۔ ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی نے مختلف رُوپ دھرے۔ آخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند ہوئی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو رات کے بارہ بجے ہندوستان آزاد ہوا۔ لال قلعہ پر ترنگا لہرایا۔ شہیدان وطن اور دیش بھگتوں کی قربانیوں تپ اور تیاگ کی بدولت ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔

اس میں کلام نہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں بھگت سنگھ۔ بی کے دت۔ رام پرشاد بسمل۔ خودی رام بوس چندر شیکھر آزاد۔ گاندھی سبھاش۔ جواہر لال نہرو۔ اور ان جیسے ہزاروں مشہور اور گمنام وطن پرستوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مگر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ۱۸۸۵ء سے پہلے بھی بہت سے دیش بھگتوں نے اپنے اپنے طریقوں سے دیش کو انگریز کے پنجہ سے چھڑانے کی کوشش کی تھی اُن کا تذکرہ ہم گزشتہ سال ۱۵ اگست کے تیج اور پرتاپ کی اشاعتوں میں کر چکے ہیں۔ اس لئے اُنہیں دوہرانے کی ضرورت نہ سمجھکر آج ہم ۱۸۵۷ء میں ہند کی آزادی کی پہلی تحریک کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

اس پہلی تحریک آزادی میں سب سے بڑا کردار مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا ہے۔ وہ شاہ عالم ثانی کا پوتا تھا اور شاہ عالم کے دوسرے بیٹے اکبر ثانی کا بیٹا تھا۔ انگریزوں نے شاہ عالم کے دائرہ اختیارات اور حکومت کو محدود کر دیا تھا، حکومت شاہ عالم از دہلی تا پالم، ایک مشہور محاورہ بن چکا ہے۔ انگریز کمپنی نے شاہ عالم کو دہلی سے ہٹا کر مونگیر بدلنا چاہا تو شاہ عالم نے غصّہ میں بھر کر فرمایا کہ "مجھ میں زندہ رہنے کی قوت موجود ہے۔ زندہ آدمی کو کوئی شخص اپنی پسند کی قبر میں دفن نہیں کر سکتا۔" اس کے بعد انگریز کو شاہ عالم سے کہنے کا کچھ حوصلہ نہ ہوا۔

بہادر شاہ کا جنم ۱۷۷۵ء میں منگل کے روز لال بائی کے بطن سے ہوا۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۳۷ء کو گدی نشین ہوئے۔ ریزیڈنٹ نے نذر پیش کی۔ بعد میں اُسی بادشاہ کی قدر گھٹانے اور اُسے ذلیل کرنے کی کئی سازشیں کی گئیں۔ لارڈ ایلنبرو نے نذرانے بند کر دیئے۔ اور بہادر شاہ کی اس درخواست کے بارے میں کہ اُس کی پنشن بڑھا دی جاوے یہ شرط رکھی کہ بادشاہ اگر اپنے اُن تمام دعوؤں سے جو اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر کر رکھے ہیں دستبردار ہو جائے تو اس کی درخواست پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس پر بہادر شاہ کی رگِ حمیت پھڑکی۔ فرمایا "اگر میں باپ کا بیٹا ہوں تو وہی کرونگا جو میرے باپ دادا نے کیا تھا۔ کمپنی کی کسی شرط کو بھی قبول نہ کرونگا۔" انگریزوں کا خیال تھا کہ اگر بہادر شاہ کو ترغیب دی جائے تو وہ لال قلعہ خالی کر دیگا۔ مگر بادشاہ اس کے لئے تیار نہ تھا۔ غضب خدا کا۔ بادشاہ کا اختیار قلعہ تک محدود۔ اس کی نذر نذرانے بند۔ اُس کے نام کا سکہ بند۔ فدوی خاص، کا لکھنا بند۔ یہاں تک کہ بہادر شاہ کو منع کر دیا گیا کہ وہ ریزیڈنٹ کو فرزند ارجمند کے لقب سے خطاب نہ کرے۔ منادی میں کہا جاتا تھا خلقت خدا کی۔ ملک بادشاہ کا۔ حکم کمپنی سرکار کا۔ انگریزوں کی سواری نکلے تو امراء ایک طرف ہو جایا کریں اپنے ہی گھر میں مغلیہ سلطنت کے بادشاہ کی اسقدر توہین ہندوستانی دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے۔ انگریزوں سے نجات پانے کی راہ ڈھونڈ رہے تھے۔

بہادر شاہ پر بغاوت کے مقدمہ میں سرکاری وکیل نے کہا: ہنگامہ میرٹھ ہی بغاوت نہ تھی یہ آگ تو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ میں بغاوت ہوئی۔ مجاہدین کی فوجیں دہلی کو بڑھیں۔ دہلی کے تمام گیٹوں پر کڑا انگریزی پہرہ تھا پھر بھی راجگھاٹ کا گیٹ کھل گیا۔ باغی دہلی کے اندر داخل ہوئے۔ ڈگلس۔ مٹکاف۔ ہچنس۔ فریزر۔ جینکنز وغیرہ بڑے بڑے انگریز افسروں کو تہ تیغ کیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت کا اعلان ہوا۔ ۱۲ مئی کو بہادر شاہ نے اعلان کیا فوج میں بھرتی ہونے والے ہر سوار کو ۳۰ روپے ماہوار۔ ہر پیدل کو ۱۲ روپے ماہوار ملے گا۔ انگریزوں اور دیش بھگتوں میں چھڑ گئی۔ کرنل لارنس کے ایک انگریز ملازم نے مسلمان فریادی کا بھیس بنا کر بہادر شاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر موت کی سزا پائی۔

یکم اگست ۱۸۵۷ء کو بقر عید تھی۔ ہندو مسلمانوں نے فتح کی دُعا مانگی۔ بہادر شاہ نے کہا "آج دِن عید قربان کا جبھی پائیں گے ہم۔ اے ظفر تہ تیغ گر دشمن ہمارا قتل ہو۔" مسلمان مولویوں نے جہاد کے نعرے لگائے۔ فتوے دیئے اور پنڈت لوگوں نے پترے کھول کر شبھ مہورت نکالے۔ بادشاہ نے دو بار جہاد نامہ ظفر نمبر ۱ و ۲ کے نام سے ملک بھر کے رؤساء۔ امراء۔ راجگان۔ تاجران۔ سپاہیوں۔ غرضیکہ ہر با اثر شخص سے اپیل کی کہ وہ آزادی کی اس لڑائی میں تن من دھن قربان کر دے۔"

۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی فوج نے دہلی پر پانچ طرف سے حملہ کر دیا۔ ہندوستانی سپاہیوں میں کچھ غدار انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ مجاہدین کے جرنل کالے خاں کو جو انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل تھا گولہ بارود کی جگہ ریت اور بھنے ہوئے چنوں کے تھیلے ملنے لگے۔ گھر کی پھوٹ اور غداروں کی کرتوت نے انگریزوں کو خلاف توقع بہت فائدہ پہنچایا۔

۱۹ ستمبر کو انگریزوں نے دہلی کے بہت سے حصّے پر قبضہ کر لیا۔

جنرل ہڈسن نے انگریز سپاہیوں کو ساتھ لے کر ہمایوں کے مقبرہ کو گھیر لیا۔ وعدہ وعید کے بعد بادشاہ پالکی پر سوار ہوئے۔ اُن کے ہمراہ جوان بخت۔ زینت محل۔ تاج محل۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ قیصر شکوہ۔ فتح علی اور شاہی خاندان کے ۷۰۰ آدمی گرفتار ہوئے۔

ایک انگریز نے بہادر شاہ کی ران پر ہاتھ مارا۔ حبشی غلام بادشاہ کی توہین سہ نہ سکا۔ اس نے انگریز کو زمین پر دے پٹکا۔ تو انگریزوں نے حبشی کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔ لال کنواں میں زینت محل بیگم کے محل میں ہی بادشاہ اور بیگم قید ہوئے۔ ۵/-/- روپے روزانہ خرچ کے ملنے لگے۔

غدر کے بعد باغیوں سے جی بھر کر بدلے لئے گئے۔ بے گناہوں کو پھانسیاں ہوئیں۔ نکلسن جیسے آدمیوں کی خواہش تھی کہ انگریزوں کے دشمنوں کو زندہ آگ میں بھونا جائے۔ ان کے جسموں پر سؤر کی چربی ملی جائے۔ سؤر کی کھال میں سی دیا جائے۔ اس کی یہ سب خواہشیں پوری ہوئیں۔

۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء سے ۹ مارچ ۱۸۵۸ء تک بہادر شاہ پر مقدمہ چلتا رہا۔ لال قلعہ کے باہر بہادر شاہ کو ملزم کی حیثیت میں گھنٹہ بھر برہنہ سر پیش ہونے کے لئے منتظر رہنا پڑتا اور تب کہیں آواز آتی "بہادر شاہ ملزم حاضر ہے،" آہ دُنیا نے

پاؤں بھراتے تھکتے جنکے سامنے جاتے ہوئے ؛ دیکھا اُنکی ٹھوڑی کو ٹھوکریں کھاتے ہوئے۔

بہادر شاہ کمال شانِ بے اعتنائی سے حاضر ہوتے رہے۔ فیصلہ وہ ہوا جو ہونا تھا۔ کمپنی کا پنشن خوار ہو کر بہادر شاہ نے کمپنی کے خلاف بغاوت کی۔ بادشاہت کا دعویٰ کیا فوجوں کو انگریزوں کے قتل پر اُبھارا اس لئے مجرم ہے۔ جان بخشی کا چونکہ وعدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے رنگون جلاوطن کیا جاتا ہے۔

600 گورہ سپاہیوں کے پہرہ میں مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار دہلی سے کلکتہ لے جایا جا رہا ہے۔ اُس کے ہمراہ گنتی کے کچھ وفادار ساتھی ہیں۔ زینت محل۔ تاج محل۔ خیرا بائی۔ جوان بخت۔ عباس۔ قیصر۔ نواب شاہ بادلی زوجہ جواں بخت اُس کے ساس سسرے۔ سالیاں۔ احمد بیگ اور باسط علی جا رہے ہیں۔ گیروے لباس میں بادشاہ بہلی میں سوار ہیں۔ 25 گورے صرف اُن کے پہرہ پر ہیں۔ راستے میں کسی سے اور بات چیت کرنے کی اجازت نہیں آہ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔ آٹھ روپے روز کا سفر خرچ ملتا ہے۔

رنگون میں ایک بنگلہ کی اوپر کی منزل میں یہ بدنصیب قیدی اُتارے گئے نچلی منزل پر انگریز پہرہ دار اور دوسرے میں گھوڑے بندھے ہیں۔ ملاقات پر پابندی ہے۔ ایک کھردری سی معمولی قسم کی چارپائی بادشاہ کو ملی ہوئی ہے۔ نہ چھپر کھٹ نہ مسہری۔ کچھ معمولی سے برتن بھی ہیں۔ ابتدا میں تو خرچ پورا کرنے کے لئے زینت محل کے زیورات بکتے رہے بعد میں انگریزی سرکار نے 600/- روپے بہادر شاہ وغیرہ کے لئے مخصوص رکھے۔ ایک انگریز کو یہ دیکھ کر بہت دُکھ ہوا۔ کہ بہادر شاہ کی پیٹھ پر زخم ہو گئے ہیں۔ اور اُن میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اس کے برعکس انگریزوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بادشاہ کو ایک گاڑی اور آٹھ کہار سیر کرانے کو ملے ہوئے تھے۔ ایک کشادہ صحن میں وہ گھوم سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ مکان کے کمرے کے ایک کونے میں پڑے رہے۔

موت کے وقت زینت محل۔ جواں بخت اور اس کی بیگم اور انکی ایک چھوٹی بچی اس کے پاس تھی۔ معمولی سی تجہیز و تکفین کے اسی بنگلہ کے پاس ایک بیری کے درخت کے نیچے کچی سی قبر بنا کر اُنہیں وہیں دفنا دیا گیا۔ ایکبار انہوں نے خود کہا تھا کہ

شاہوں کے مقبرے سے الگ دفن کیجیو ؛ ہم بے کسوں کو گورِ غریباں پسند ہے۔

پس مرگ قبر پہ کوئی آئے کیوں کوئی فاتحہ بھی کہاں پڑھے۔
وہ جو ٹوٹی قبر کا تھا نشاں اُسے ٹھوکروں نے مٹا دیا۔

جلایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے چلے ⁂ بطور شمع کے روتے اس انجمن سے چلے
نہ باغباں نے اجازت دی سیر کرنے کی ⁂ خوشی سے آئے بلکتے رُوتے اس انجمن سے چلے

نہ گھر ہے نہ زر ہے رہا اک ظفر ہے
فقط حال دہلی سُنانے کے قابل

بہادر شاہ ظفر نے خدا جانے یہ شعر کب اور کس موقعہ پر کہے تھے۔ لیکن مالک کی قدرت اُنکے اپنے ہی اشعار اُس کے حال زار کو جس خوبی سے بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا اس انداز سے نہیں کر سکتا۔

یوم آزادی پر جہاں ہم دیش کے دُوسرے دیش بھگتوں کو عقیدت پیش کر رہے ہیں ہمیں ہرگز ہرگز یہ نہیں بھولنا چاہیے۔ دیش کے آزاد کرانے میں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں اُن تمام بہادروں اور قوم پرستوں کا بھی حصّہ ہے۔ جنہوں نے مادر وطن کی غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے تن من دھن قربان کر دیا وہ ناکام نہیں رہے بلکہ انہوں نے دیش میں آزادی کی جو شمع روشن کی اُسی سے روشنی لے کر ہی بعد میں کام کرنے والے محبانِ وطن اپنی منزلیں طے کرتے ہوئے سرزمین ہند کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ یاد رہے وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنے دیش کے شہیدوں اور محبان کی قربانیوں سے سبق سیکھ کر اپنے دیش کی بہتری کے لئے دل و جان سے کام کرتی ہیں۔ ؎

پیام زندگی ہے شہیدوں کی داستاں خوشدل
مُردہ دلوں کے واسطے آب حیات ہے

غزل

از بیتاب علی پوری اُدیب فاضل سونی پت

چند پھولوں کو ملا کر کے گلستاں نہ کہو ⁂ اک تبسّم کو کبھی عیش کا ساماں نہ کہو
بھول کر مجھے کبھی عہد کیا تھا تم نے ⁂ کر سکے جس کو نہ ایفا اسے پیماں نہ کہو
جس کو مندر سے نہ مطلب ہو نہ کعبہ سے غرض ⁂ اس کو ہندو نہ کہو اسکو مسلماں نہ کہو
محفل عیش میں مفلس کا اُڑاتے ہیں مذاق ⁂ خون جلتا ہے اسے جشن چراغاں نہ کہو!
جس کے دل میں کسی انساں کی محبت ہی نہ ہو ⁂ ایسے انساں کو تم بھول کے انساں نہ کہو!
جو ہر اک شاخ سے گُل کو بھی جُدا کر ڈالے ⁂ ایسے گلچیں کو گلستاں کا نگہباں نہ کہو!

ہر گھڑی رنگ بدلتا ہو جو گرگٹ کی طرح
اس کو بیتاب کبھی صاحب ایماں نہ کہو

ہندی نوجوانؔ سے خطاب

(از قلم لوکناتھ دلؔ)

بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

جو راہ میں ہوں پتھر کچل دے اُنہیں
بہادر ہے تو آگے بڑھتا ہی جا
سمندر کی چھاتی کو بھی چیر دے
پہاڑوں کے اوپر تو چڑھتا ہی جا
تیرے پیچھے ہے دیش کا کارواں
بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

اُٹھائے جو سر اس کا سر کاٹ دے
ہے طاقت تیری تیز تلوار میں
دکھائے جو آنکھ اسکو اندھا بنا
ہے طاقت تیرے تیز سوفار میں
تیری پیٹھ پر تھپکی دیتی ہے ماں
بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

شرارے برس جائیں آکاش سے
عدو کے لئے بن تو ایسی گھٹا
تیرے سایہ سے بھی لگیں کانپنے
عدو کے لئے بن تو کالی گھٹا
تو کر اپنی مٹھی میں دشمن کی جاں
بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

ایک ہندی جوان کا عزم و یقین

حسرت رسا لپوری

میرے سینے میں تڑپ سچی ہے پہلے زور سے
برف کو آتش بنا سکتا ہوں اپنے سوز سے

نغمہ ہائے درد سے طوفاں اُٹھا سکتا ہوں میں
نالۂ قلب حزیں سے حشر لا سکتا ہوں میں

خفتہ بختوں کے مقدر کو جگانا ہے مجھے
قصر استبداد پر بجلی گرانا ہے مجھے

جذبۂ صادق جوانوں میں اُبھارا جائے گا
گیسوئے تقدیر ملّت کو سنوارا جائے گا

قوم کو عزّت سے جینا پھر سکھایا جائیگا
زندگی کو زندگی کے ڈھب پہ لایا جائے گا

بجلیاں مُردہ رگوں میں پھر سے بھر دی جائینگی
قوتیں باطل کی ساری سلب کر دی جائینگی

دھجیاں ظلم و تشدّد کی اڑائی جائینگی
مسندیں کبر و رعونت کی مٹائی جائینگی

سر تکبّر کا سر میدان کچلا جائے گا
کوئی ہو انساں نما شیطان کچلا جائے گا

پردۂ مکر و ریا کو چاک کر ڈالیں گے ہم
فتنہ پردازوں کا قصہ پاک کر ڈالیں گے ہم

ہو چکا لبریز پیمانہ ہمارے صبر کا
پھونک ڈالا جائے گا ہر قصہ جبر و جبر کا

دشمنان قوم کو مہلت نہیں دی جائیگی
کوئی بھی اکڑی ہوئی گردن نہ رہنے پائے گی

شعبدہ بازوں کی حکمت چل رہی ہر بھیس میں
بھیڑئیے پلتے ہیں اکثر آدمی کے بھیس میں

اپنے اس ماحول پر عفریت ہیں چھائے ہوئے
غیر کے کرگس بھی ہیں پر تول کر آئے ہوئے

قوم کو ان آفتوں سے اب بچایا جائے گا
قوم کے ناموس پر سب کچھ لٹایا جائے گا

روند ڈالو پاؤں میں لاشہ ہر اک مردود کا
راستہ یوں صاف کر دو منزل مقصود کا

وہ ذلیل عنصر جو ترقی میں ہے سدّ راہ جو
اس فضا میں سانس لینے کا اُسے موقع نہ دو

اب پنپنے کی نہ جرأت ہو کسی بدکار کو
سانس لینے کا نہ موقع دو کسی غدّار کو

تعریفی چھٹیاں

• محترم بندہ صاحب۔ نمسکار۔ ماہ ستمبر کا شمارہ موصول ہوگیا ہے۔ جس کے لئے بندہ نہایت ہی مشکور ہے۔ کلی یُگ کے اس زمانے میں جبکہ ہر طرف اگیان کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ بھگوان نے روحانیت کے پتھ پر چلنے والوں کے لئے آپ کو مشعل راہ بنا کر روشن کر دیا ہے۔ آپکی اس روشنی میں روحانیت کے پرشاد اس منزل کی طرف نہایت اطمینان سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس منزل کو پانے کے لئے مادہ پرست اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بھگوان ایسی روشنی کو ہمارے درمیان رکھے تاکہ ہم اُس کی ذات میں سما جانے والے راستہ سے نہ بھٹک جائیں۔ بندہ کا دوسرا مضمون سراب خیال جو کہ دراصل "راہ نجات" کے سلسلہ کی ہی اک کڑی ہے زیر تکمیل ہے۔ جونہی تیار ہوگیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔ پرماتما ہم سب کو سومتی بخشے۔

خادم
ویدپرکاش شرما۔ پریم نگر انبالہ

• جناب ایڈیٹر صاحب۔ جے ہند!

کیا کارن ہے۔ کہ آج بزم اوم سے شری شوخ غیر حاضر ہیں۔ اُن کی کویتائیں میں بے حد پسند کرتا ہوں، وہ اوم کے اوراق میں باعث زینت ہوتے ہیں۔ اوم کا ہر لفظ انسانی خدمت کی تلقین کرتا ہے۔ بے لوث انسان خدمت ہی اعلیٰ دھرم ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اوم موجودہ دور میں دیش بھگتی۔ ایشور بھگتی۔ اور منشں پریم کی سب سے بڑی خدمت کر رہا ہے۔ اوم کے مطالعہ سے میرا ادبی اور روحانی مواد دن بدن بڑھتا ہے۔

آپکا شبھ چنتک
امرناتھ بٹ ادیب پانڈی پورہ

• از جمنا نگر　　جناب منیجر صاحب۔

سیوا میں نویدن یہ ہے کہ ایک خط پہلے ڈاک میں ڈال کر آیا تھا کہ رسالہ نہیں ملا۔ لیکن دوسری ڈاک میں رسالہ مل گیا۔ بڑی مہربانی ہوئی۔

رسالہ اوم روحانیت کا بلند ترین رسالہ ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اگر رسالہ ایک دو دن لیٹ ملتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ ہماری ایشور سے یہی پرارتھنا ہے کہ یہ رسالہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

سوہن لال دیوانہ

• پوجیہ ایڈیٹر "اوم" دہلی۔　سادر نمستے۔　یقین مانئے کہ جب سے میں نے رسالہ اوم کا مطالعہ کرنا شروع کیا ہے میری بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہو رہی ہے جس کے لئے میں آپکا از حد شکر گذار ہوں۔ "اوم" میں وہ سب کچھ موجود ہوتا ہے جو کچھ کہ ایک دھارمک رسالہ میں ہونا چاہیئے۔ میں اکثر بہت سے دھارمک رسالہ جات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مگر جو کشش اوم میں ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔ رسالہ اوم کی تعلیم نہایت ہی عمدہ ہے۔ مجھے یہ کامل یقین ہے کہ جو انسان سچے دل سے "اوم" کا مطالعہ کریگا۔ وہ خواہ میری طرح کتنا ہی ناستک ہو آستک بن جائیگا۔

میں ہر اک بھائی بہن سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ رسالہ "اوم" کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں۔ اور خواہ مخواہ اندھیرے میں نہ بھٹکتے پھریں۔

سرداری لال دیپک میراں صاحب

ظالم سنگھ ۔ ایک بہادر سپوت

تاریخ کا ایک ورق

(جناب ۔ سنگھ امرتسری) (کانپور)

اُن دنوں مرشد آباد میں سرفراز خاں کی عملداری تھی۔ عوام اُن کے طرز حکومت سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے دھیرے دھیرے ہر طرف نفرت اور بغاوت کا دھواں سلگ رہا تھا۔ نواب سرفراز خاں کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے علی وردی خاں نے اُن کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ اور ایک دن ایک بڑی طاقتور فوج لیکر سرفراز خاں کو مقابلہ میں للکار لیا۔

لڑنے یا مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ دونوں طرف کی فوجوں نے گریا کے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک طرف علی وردی خاں کی فوج تھی۔ دوسری طرف سرفراز خاں کی فوج اور درمیان سے ہوکر بھاگیرتی ندی گہراتی ہوئی بہہ رہی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ اس لئے دونوں طرف گہری خاموشی تھی۔ صرف مشعلوں کی تیز روشنی میں سپید خیمے یوں چمک رہے تھے جیسے سیاہ بادلوں میں بگلے اُڑ رہے ہوں۔ صبح جب افق پر ہلکی لالی اُبھری۔ تو اعلان جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔ بہادر، نڈر، اور خونخوار جوان میدان میں کود پڑے۔ اور پھر ایک ایسی خونی لڑائی چھڑی۔ جس نے تواریخ کے صفحات انسانی خون سے رنگ ڈالے۔

سرفراز خاں ہاتھی پر بیٹھا ایک طوفان کی مانند جس طرف سے ہوکر گزرتا وہاں لاشوں کے ڈھیر نظر آنے۔ ہر طرف بے ہنگم شور و غل دلدوز چیخیں، فلک شگاف نالے۔ اور دل خراش آوازیں اُبھر رہی تھیں۔

سرفراز خاں کا سپہ سالار اعظم بڑی بے رحمی سے مار دیا گیا۔

سرفراز خاں کی آنکھوں نے وہ المناک منظر دیکھا کہ اُن کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس کے حوصلوں کو نیا جوش ملا۔ اُس نے دشمنوں کو روند روند کر مار ڈالا...... اور آخر میں خود بھی مارا گیا۔

وجے سنگھ نام کا ایک پہلوان تھا۔ جو سرفراز خاں کی فوج کے پچھلے حصے کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ گریا کے تھوڑی دور کھمرا گاؤں میں تھا۔ جب اُس نے اپنے آقا کی موت کے بارے میں سُنا تو اس کے غصے سے بھڑکتے شعلے کو ہوا ملی۔ وہ بڑھکر علی وردی خاں کے روبرو پہنچا۔ اور اپنا نیزہ تان کر شیر سی گرجتی آواز میں بولا "سنبھلو وردی خاں...... لیکن قبل اس سے کہ وہ بھرپور وار کرتا۔ ایک سپاہی نے اس پر گولی داغ دی اور وجے سنگھ تڑپ کر زمین پر گرا اور ایک وفادار سپاہی کی موت مرا۔

بہادر وجے سنگھ کا ایک نوعمر بیٹا تھا جسکی عمر صرف نو سال تھی۔ اس کا نام ظالم سنگھ تھا۔ وہ اس وحشی لڑائی میں اپنے والد محترم کے ساتھ تھا۔ جب وجے سنگھ گھوڑے سے نیچے گرا تو ظالم سنگھ نے فوراً اپنی تلوار نکال لی۔ اور اپنے والد کی حفاظت کے لئے دوڑا۔ ہر سو علی وردی خاں کے سپاہی فتح کے نعرے لگا رہے تھے۔

لیکن ظالم سنگھ بالکل نہ ڈرا۔ وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح علی وردی خاں کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا اور چیخ کر

بولا تم میں سے کوئی بھی میرے والد وجے سنگھ کے مقدس جسم کو چھو کر ناپاک نہیں کر سکتا..... میں ایک ایک کو قتل کر دونگا...... سپاہی ڈر کر پیچھے ہٹنے لگے۔

علی وردی خاں نے ایک کم سن بچّے کے دل میں والد کا اتنا احترام دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے سپاہیوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا اور بہادر وجے سنگھ کے مُردہ جسم کا مکمل عزت اور احترام اور ہندو رسم رواج کے ساتھ انتم سنسکار کے لئے کہا۔

سپاہی بھی ایک نو عمر لڑکے کی بہادری سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے جوش و خروش کے ساتھ اُس کو کندھوں پر اُٹھا لیا۔

وجے سنگھ کے جسم بے جان کی چتا بھاگیرتی ندی کے کنارے جلائی گئی اور مقدس راکھ کو بہتے ہوئے پانی کی نذر کر دیا گیا۔ مُرشد آباد کی تاریخ میں گریا کی یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ اور ظالم سنگھ معصوم کی بہادرانہ لڑائی نے اس کو بہت اہمیت دیدی ہے۔ وہ جگہ جہاں ظالم سنگھ نے بہادر سپاہیوں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ وہاں آج ایک مٹھ ہے جو ظالم سنگھ کے مٹھ کے نام سے مشہور ہے۔

وصیّت کا اشارہ

(ڈاکٹر راج بہادر ورما راز بریلوی مرحوم کی یاد میں جو ۲۷ جون ۱۹۶۵ء کو اس جہانِ فانی سے سب کو روتا چھوڑ کر چل بسے جن تک اب صرف دعائیں پہونچائی جا سکتی ہیں)

(از قلم جگدیش بہادر ورما کیف۔ بریلوی)

زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
پیکرِ اُلفت و محبت رہنمائے سادگی ؛ رہروِ راہِ طریقت پاسدارِ آشتی
صدق آمیزی پہ شیدا اور تکلف سے گُریز ؛ ہے سبق آموز و عبرت خیز تیری زندگی
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
شانتی کا تو پجاری تھا امن کا دیوتا ؛ حرّیت کی شان بھی تجھ میں وطن کا جوش تھا
پاک باطن، پاک طینت صاف گو سادہ چلن ؛ راستی و صاف گوئی ہی رہا شیوہ تیرا
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
دل میں جو کچھ ٹھان لی پھر عہد کو توڑا نہیں ؛ صبر و استقلال کا دامن کبھی چھوڑا نہیں
مرتے دم تک خندہ زن اور خندہ پیشانی رہا ؛ آفتیں صد آئیں پر ہمّت سے منھ موڑا نہیں
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
پرار تھنا پر تھا بھروسہ۔ بندگی پر اعتماد ؛ تھا پرستارِ وفا حق پر مکمل اعتقاد
تیرے اوصافِ حمیدہ ہم بھلا سکتے نہیں ؛ تا ابد کرتا رہے گا ادبِ اُردو تیری یاد
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
کتنا خوش قسمت تھا اور کتنا نصیبہ ور تھا تو ؛ خود بخود لحتِ جگر آئے تھے کھنچ کر روبرو
زندگی اور موت کی جھانکی دکھانے کے لئے ؛ کر دیا خونِ تمنّا اور خونِ آرزو
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
داغِ فرقت گر مٹائیں بھی مٹا سکتے نہیں ؛ آگ سینے کی بجھائیں بھی، بجھا سکتے نہیں
کیفؔ چھوڑا ہے وراثت میں خزانہ علم کا ؛ درسِ عبرت گر بھلائیں بھی بھلا سکتے نہیں

ناردرن ریلوے

نوٹس

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء سے ٹائم ٹیبل میں عام تبدیلیاں کی گئی ہیں اور کچھ سیدھی گاڑیوں کی رفتار بڑھائی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل تبدیلیاں رونما ہونگی

I نئی گاڑیاں جو جاری کی گئیں :-

(i) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین جالندھر سٹی اور لوہیاں خاص (ڈیزل ریل کار نمبر 3۔ جے ایل کے/4 جے ایل کے

(ii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین نواشہر دوآبہ اور جالندھر سٹی (ڈیزل ریل کار نمبر 3 این جے/4۔ این جے)

(iii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین دہلی اور بیکانیر (بیکانیر ایکسپریس 89۔ اپ/90 ڈاؤن)

(iv) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین ہنومان گڑھ اور صورت گڑھ (پسنجر نمبر 1۔ بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی/2 بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی)

V ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پلارہ اور بیپر روڈ (پسنجر 3 جے پی۔ بی/4۔ جے پی۔ بی)

VI ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پٹھان کوٹ اور بیج ناتھ پپروالا۔ (پسنجر۔ 3 پی۔ بی/4 پی۔ بی)

(2) (اے) گاڑیاں جو بڑھادی گئیں :-

99۔ اپ/100 ڈاؤن۔ ہریانہ ایکسپریس۔ جو دہلی اور حصار کے درمیان چلتی ہیں اب سرسہ تک بڑھادی گئی ہیں۔

(بی) گاڑیاں جو منقسم کردی گئیں۔

45 اپ 46 ڈاؤن جنتا ایکسپریس۔ پٹھانکوٹ کی بجائے امرتسر تک ختم ہوکر وہیں سے چلا کریگی۔ اور ایک علیحدہ گاڑی نمبر 5۔ اے۔ بی۔ پی/6 اے۔ بی۔ پی امرتسر اور پٹھان کوٹ کے مابین چلا کریگی۔

(3) گاڑیاں جن کی رفتار تیز کردی گئی۔

(i) 208 ڈاؤن۔ جودھپور آگرہ ایکسپریس۔ 35 منٹ تیز

(ii) 96 ڈاؤن مارواڑ میل۔ دس منٹ تیز۔

(iii) 95 اپ مارواڑ میل 5 منٹ تیز

(iv) 93 اپ۔ جودھپور میل 5 منٹ تیز

(v) 91 اپ/92 ڈاؤن۔ بیکانیر میل: دونوں گاڑیاں 5 منٹ تیز

(vi) 100 ڈاؤن۔ ہریانہ ایکسپریس 5 منٹ تیز

(vii) 57 اپ۔ پٹھانکوٹ ایکسپریس۔ 5 منٹ تیز

(viii) 25۔ اپ ایئر کنڈیشنڈ ایکسپریس (ہفتہ میں دو دفعہ 5 منٹ تیز

(IX) 19۔ اپ ڈیرہ دون ایکسپریس 5 منٹ تیز

(X) 3۔ کے۔ ایس میں۔ کم پسنجر ریل موٹر۔ 10 منٹ تیز

XI 4 کے۔ ایس۔ 15 منٹ تیز۔

(4) نئے سٹیشن کھولے گئے :-

ریواڑی سادولپور سیکشن پر اولنٹ ہالٹ

(5) نئے ہالٹ مہیا کئے گئے :-

(i) 3 اے۔ الیف اور 6 اے الیف ڈھیر گنج پر

(ii) 71 اپ ہاران گوپر

(iii) 7۔ بی۔ ایس۔ ای۔ اور 6 بی ایس جی ایچ۔ چک مہاراج کا ہالٹ پر

IV 1۔ بی آر آر۔ 2 بی آر آر۔ 3 بی آر آر۔ 4 بی آر آر
اولنٹ ہالٹ پر

V 2 بی۔ آر۔ ایس۔ سدرانہ ہالٹ پر

(vi) 2۔ بی۔ بی۔ ایس۔ رتن گڑھ کنک وال ہالٹ پر

(vii) 59 اپ راجپورہ پر

(viii) 1۔ ڈی آر۔ اور 343 اپ۔ منڈکا ہالٹ پر

(IX) 4۔ ڈی۔ ایس۔ یو۔ 372 ڈاؤن۔ 2 اے۔ ٹی۔ ڈی
375 اپ اور 2 ڈی۔ ڈی۔ صاحب آباد پر۔ 1

(X) 39 اپ/ 40 ڈاؤن اونچ ڈہہ پر

(6) نئے کونیکشن جو مہیا کئے گئے۔

(i) 2 ڈاؤن معہ 56 ڈاؤن دہلی پر

(ii) 19 ڈاؤن معہ 369 اپ۔ 56 ڈاؤن اور 219 اپ دہلی پر

(iii) 1۔ ڈی۔ یو معہ 46 ڈاؤن۔ انبالہ چھاؤنی پر

(iv) 8۔ کے ایس۔ معہ 87 ڈاؤن۔ کالکا پر

(V) 2۔ بی۔ ایس۔ آر/ 3 بی۔ ایس۔ آر۔ 1 جے۔ آر۔ ٹی/ 2
جے۔ آر۔ ٹی معہ 89 اپ/ 90 ڈاؤن بیکانیر ایکسپریس
رتن گڑھ پر

(vi) 2۔ بی۔ آر۔ ایس معہ 89 اپ ریواڑی پر

(vii) 1۔ بی۔ ایس۔ بی معہ 2 بی ایچ۔ ایس۔ ٹی۔ صورت گڑھ پر

(viii) 2۔ بی۔ ایچ۔ ایس۔ ٹی معہ 2۔ بی۔ بی۔ 3۔ بی ایس۔ بی
اور 1۔ بی۔ ایس۔ ایچ۔ ہنومان گڑھ پر

IX 1۔ بی۔ ایچ۔ ایس۔ ٹی معہ 3 بی۔ بی۔ 4۔ بی۔ ایس۔ بی
4۔ بی۔ ایس۔ ایچ۔ ہنومان گڑھ پر۔

(X) 5۔ ایس۔ یو معہ 87 اپ انبالہ کینٹ پر

(7) ہالٹس جو منسوخ کر دیئے گئے۔

(i) 1۔ ٹی۔ اے۔ 356 اپ۔ 2۔ اے۔ سی۔ اور 355
ڈاؤن اعتماد پور پر۔

(ii) 2۔ 1 اے۔ ٹی۔ ایف۔ کوٹ پور پر

(iii) 2۔ 1 اے۔ سی۔ ڈاؤن۔ بھیا لیسر پر

(iv) 207 اپ/ 208 ڈاؤن تھانہ۔ بھتری ہالٹ۔
بسرولی اور بولا وار۔ پر

(V) 25 اپ اور 59 اپ سبزی منڈی پر

(vi) 1۔ اے۔ بی۔ کیو۔ وڈالہ گرنتھیاں پر

(8) گاڑیوں کے اوقات میں اہم تبدیلیاں

(i) 63 ڈاؤن طوفان ایکسپریس۔ دہلی سٹیشن پر 35-17
کی بجائے 25-17 پر پہنچا کریگی۔

(ii) 19 ڈاؤن۔ ڈیرہ دون ایکسپریس دہلی سٹیشن پر 10-7
کی بجائے 25-6 پر پہنچا کریگی اور 20-9 کی بجائے
15-8 پر روانہ ہو گی۔ یہ گاڑی دہرہ دون 5-19 کی
بجائے 55-17 پہنچا کرے گی۔

(iii) 2۔ ڈاؤن۔ دہلی سے 35-8 کی بجائے 30-8
پر روانہ ہوا ہوگی

(IV) 82۔ ڈاؤن نئی دہلی سے 16 کی بجائے 20-16 پر
روانہ ہوا کریگی۔

(V) 1 اپ میل۔ مغل سرائے سے 42-7 کی بجائے
42-6 پر روانہ ہوا کرے گی۔ اور دہلی
35-20 پر پہنچا کرے گی

(VI) 83 اپ لکھنؤ سے 12 کی بجائے 50-20 پر
روانہ ہوا کرے گی۔

(VII) 87 اپ کالکا سے 20-18 کی بجائے
10-19 پر روانہ ہوا کرے گی۔

(VIII) 55 اپ مراد آباد سے 30-16 کی بجائے 40-16
پر چلے گی اور دہلی 35-20 کی بجائے 55-20 بجے پہنچیگی

ix 57 اپ لدھیانہ 35-15 کی بجائے 25-15 پر
پہنچیگی اور 49-15 کی بجائے 38-15 پر روانہ ہوگی

(X) 357 اپ الہ آباد 40۔ 12 کی بجائے 45-22 پر
روانہ ہوگی اور لکھنؤ 05-6 کی بجائے 55-6 پر پہنچیگی

(XI) 131 اپ مغلسرائے 45-20 کی بجائے 45-19 پر
چلے گی اور لکھنؤ 40-7 کی بجائے 6 بجے چلے گی۔

اور بریلی 15.45 کی بجائے 14 بجے پہونچے گی۔

(XII) 3۔ ایم ڈی مرادآباد سے 11-5 کی بجائے 11-20 بجے چلے گی۔ اور دہلی 16.05 کی بجائے 16.50 پر پہنچیگی۔

(XIII) نمبر1۔ لے۔ ٹی۔ ڈی 16-50 کی بجائے 18 بجے دہلی پہنچیگی

(XIV) 94 ڈاؤن۔ جودھپور سے 4 بجے کی بجائے 14-35 پر روانہ ہوگی اور دہلی 5-25 کی بجائے 6.05 پر پہنچے گی

(XV) 232۔ ڈاؤن۔ ریواڑی سے 3.45 کی بجائے 3.15 پر روانہ ہوگی اور دہلی 6 بجے کی بجائے 5.25 پر پہنچیگی

(XVI) 204 ڈاؤن۔ ریواڑی سے 16-35 کی بجائے 16-20 پر چلے گی اور دہلی 18.50 کی بجائے 18.30 پر پہنچیگی۔

(XVII) 208 ڈاؤن جودھپور سے 22.30 کی بجائے 22-0 پر روانہ ہوگی اور کچامن روڈ 5.15 کی بجائے 4-10 پر پہونچے گی۔

(XVIII) 96 ڈاؤن۔ مارواڑ جنکشن سے 18.35 کی بجائے 18.30 پر چلے گی۔ اور جودھپور سے 23.30 کی بجائے 23.00 بجے روانہ ہوکر بیکانیر 7.55 کی بجائے 7.40 پر پہنچیگی

(XIX) 95 اپ 20.15 کی بجائے 20.10 پر بیکانیر سے روانہ ہوگی اور مارواڑ جنکشن پر 10.50 کی بجائے 10.40 پر پہنچے گی۔

(XX) 100 ڈاؤن 5.15 کی بجائے 5.05 پر حصار سے روانہ ہوگی اور ریواڑی 8.20 کی بجائے 8.10 پر پہنچیگی اور وہاں سے 8.40 کی بجائے 8.27 پر روانہ ہوکر دہلی 10.50 کی بجائے 10.35 پر پہنچے گی۔

(XXI) نمبر 2۔ جے ایم۔ بی۔ 16.40 کی بجائے 12.15 پر مارٹا روڈ سے روانہ ہوگی اور بیکانیر 22.00 کی بجائے 17.10 بجے پہنچیگی

(XXII) نمبر 2 بی۔ آر۔ ایس۔ بھواڑی سے 6.55 کی بجائے 6-5 پر روانہ ہوگی۔ اور سرسہ 13.05 کی بجائے 12.20 پر پہنچیگی۔

(XXIII) 210۔ ڈاؤن۔ جودھپور سے 9.00 کی بجائے 8.38 پر روانہ ہوگی اور کچامن روڈ 16.15 کی بجائے 15.55 پر پہونچے گی۔

(XXIV) نمبر1۔ بی۔ ایس۔ آر 6.40 کی بجائے 6.10 پر رتن گڑھ سے روانہ ہوگی اور سردار شہر 8.48 کی بجائے 8.16 پر پہونچے گی۔

(XXV) نمبر 2۔ بی۔ ایس۔ آر۔ سردار شہر سے 9.50 کی بجائے 9.15 پر روانہ ہوگی۔ اور رتن گڑھ 12.00 بجے کی بجائے 11.25 پر پہونچے گی۔

(XXVI) 3 کے۔ ایس۔ 12.10 کی بجائے 11.55 بجے شملہ پہنچے گی۔

(9) ایئر کانڈیشنڈ اکاموڈیشن گاڑیاں جو منسوخ کردی گئیں!

(i) 41۔ اپ اور 42 ڈاؤن مسوری ایکسپریس گاڑیاں دہلی اور دہرہ دون کے مابین (16 اکتوبر 1965 سے) اور 93 اپ/94 ڈاؤن جودھپور میل۔ دہلی اور جودھپور کے مابین۔

(10) تھرو سیکشنل کیریجز۔ جو جاری کی گئیں۔

(i) دو تھرڈ کلاس بوگیز ٹرین نمبر 51 اور 52 مابین لکھنؤ اور پٹھانکوٹ کے ساتھ روزانہ چلیں گی

(ii) ایک فرسٹ اور تھرڈ کلاس بوگی ہفتہ میں دو دفعہ ٹرین نمبر سی۔ آر۔ 7/ 4/ آئی ایم۔ ایل اور ایک 32/3 سی آر۔ 8 مابین بمبئی۔ وی۔ ٹی۔ اور ورانسی X اور بمبئی۔ وی۔ ٹی۔ اور وارانسی سے واپسی بروز منگوار اور شکروار ایک ساتھ) چلے گی۔

(iii) ایک فرسٹ سیکنڈ اور تھرڈ کلاس بوگی۔ روزانہ 89/1 جے۔ آر۔ ڈی۔ مابین دہلی اور ڈیگانہ۔ اور ایک تھرڈ کلاس بوگی روزانہ 2۔ جے۔ آر۔ ڈی/ 90 چلے گی۔

مفصل معلومات کیلئے اکتوبر 1965ء کا ٹائم ٹیبل ملاحظہ فرماویں۔ جو کہ ریلوے بکنگ ریزرویشن اور انکوائری کے دفتروں اور مشہور سٹیشنوں پر بک سٹالوں سے مل سکتا ہے چیف اپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

92 PU B/0
R-NO. 42

SUFFERING
A BLESSING IN DISGUISE

CONTENTS

PART I

PAGES

THOUGHTS ON SUFFERING BY :

1. Patinjali 1-2
2. Shankarachariya and Manu 2
3. H. P. Blavatsky 2-3
4. Swami Vivekananda 3
5. Brother Lawrence (in Golden Thoughts) 4
6. Mahatma Gandhi 5-6
7. Maharishi Ramana 6
8. Sir Rabindra Nath Tagore 6-10
9. Shri Sadhu T.L. Vaswami and St. Francis of Assisi ... 10-12
10. Dr. Robert Young (Presbyterian Minister) ... 12-15

PART II

THOUGHTS ON DEATH BY :

1. Various Philosophers 15-16
2. Martinus. President. The Martinus Institute of Spiritual Science, Copenhagen (Denmark) 17-27
3. Horrors and Terrors without Death. (Citizenship in the Kingdom of Heaven), Prabuddha Bharat (Almora and Calcutta) ... 27-32

PART III

BLESSINGS OF SILENCE AND SOLITUDE 33-38

PART IV

UNDERSTAND LIFE AND HOW TO AVOID MISERY ... 39-129

PART V

CC-OPERATION, INTEGRATION AND WORLD PEACE ... 130-132

Obtainable from : The Manager, **Price : Rs. 2/-**

"OM" Monthly Magazine,

Ajmeri Gate, DELHI.

ایک نرالی شان پیدا کرنے کیلئے

بلی بوٹ پالش اینڈ بوٹ کریم استعمال کیجئے

کمپنی نے جدید ترین فارمولوں کے تجربات سے اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کردی ہیں۔ آج ہی خریدیئے، استعمال کیجئے اور ملاحظہ فرمایئے، روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں۔

بلی بوٹ پالش کمپنی دہلی ۶/۶

Monthly ·OM' Delhi.

Vol. 32 October 1965 Regd. No. D—84

Food Value ADDED IN Paljee's RICH FRUIT CAKE

Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A 1, B 2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An ideal treat in all the seasons.

Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5

Printed at Sood Litho Press, Pataudi House, Daryaganj, Delhi.